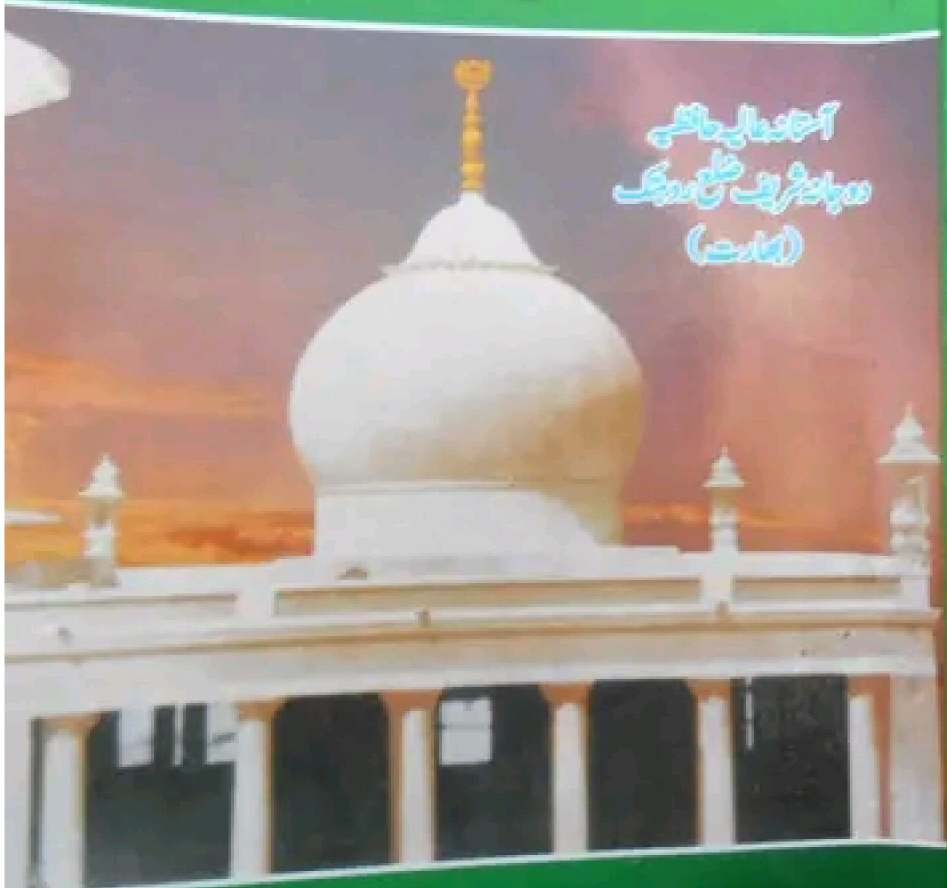
مناقبِ المشائخ



پروفیسر حافظ صباحت حسن حافظی



جامع مسجد مولانا حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ دوجانہ شریف

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا

مَناقِبُ المشائخ

سلسلہ قادریہ مجددیہ حافظیہ کے

بزرگانِ مطہرہ کے حالات کا مجموعہ

حافظ صباحت حسن حافظی

ایم۔اے۔(عربی)، ایم۔اے۔(علوم اسلامیہ)، ایم۔او۔ایل۔فاضل درس نظامی

دائرہ حافظیہ 4/k-3 صدیقیہ روڈ نیو گل گشت ملتان

انتساب

اپنے والدین کے نام جن کی دعائیں اور تمنائیں
ہمیشہ میرے شامل حال رہیں اور ان کی دعاؤں کے صدقہ
میں آج اس مرتبہ پر پہنچ سکا

پیش لفظ

علمائے سلف اور بزرگان دین کے حالات زندگی اور انکی جدوجہد کی داستان ہر دور میں آنے والے زمانہ کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ مذہب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ دین کی خدمت میں جس قدر علماء حقہ اور بزرگانِ دین باصفا اب تک کی ہے اس کے نتیجہ میں آج مذہب اسلام دوسرے تمام مذاہب کے لئے ایک چیلنج کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ آج پوری دنیائے کفر اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت کیسے روکی جائے۔ اگر ہم نے ان بزرگان دین کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات پر عمل نہ کیا تو پھر ان طاغوتی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے پیشتر میں نے ایک مختصر رسالہ اس بارے میں شائع کیا تھا جو عرصہ دراز سے ناپید تھا۔ اب اسی رسالہ کو مزید بزرگان دین کے حالات سے آراستہ کیا ہے۔ میں نے ان بزرگان دین کے حالات میں کافی چھان بین کی ہے پھر بھی اگر کوئی واقعہ بیان نہ ہو سکا ہو تو اس کی وجہ اختصار اور میری کم علمی ہو سکتی ہے۔ میں نے ان بزرگان دین کے حالات و واقعات اپنے خاندان کے ایک بزرگ، جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی (مرحوم) کی کتاب ماثر الاجداد سے لئے۔ کچھ واقعات جناب والد محترم، حضرت مولانا قاری وضاحت حسن مرحوم و مغفور اور دیگر اعزہ و اقراء و مریدین سے سنے۔

میں نے اپنی اس عاجزانہ پیشکش میں اپنے پردادا، حضرت مولانا قاری سید حسن شبر علیہ الرحمۃ کے نعتیہ کلام کو بھی شامل کیا ہے کہ جن کی نعتوں کی ایک زمانہ میں دھوم تھی

پہلی مرتبہ وہ شائع ہو رہی ہیں تاکہ یہ علمی ذخیرہ بھی باذوق قارئین خصوصاً مریدین کیلئے سرمایہ علمی ثابت ہو۔

اس کتاب میں بعض بزرگان دین کی نادر تصاویر بھی شامل ہیں جس کے لئے عرصہ دراز سے لوگوں کا اصرار تھا مگر ہمارے بزرگوں نے اس وقت کے اجتہاد کے مطابق ہمیشہ ان تصاویر کو عوام سے چھپائے رکھا مگر اب کیونکہ تصاویر کشی کی عام اجازت مل چکی ہے تو یہ تمام تصاویر بھی اس کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔

آخر میں میں اپنے بڑے بیٹے جناب سید احمد حسان، جناب طارق لودھی اور عمران خان کا بیحد شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام قارئین، مریدین اور اعزہ واقربا کو ان اسلاف مطہرہ کی راہ میں چلنے کی توفیق بخشے (آمین)

الحمدللہ رب العالمین

والسلام

پروفیسر حافظ صباحت حسن حافظی،

4/K-3، مدنی سٹریٹ نمبر 4، نیو گل گشت،

صدیقیہ روڈ، ملتان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

زبدۃ الاولیاء

قاضی قوام الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی سترھویں پشت میں آپ ہمارے خاندان کے وہ مورث اعلیٰ تھے جو سیتان کے شہر جُجیر کے قاضی تھے بنی تغلق کے دور حکومت میں سرزمین ہند تشریف لائے اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے اور منصب خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی علمی اور روحانی مہارت کو دیکھ کر شاہ وقت نے آپ کو ہریانہ کے مشہور شہر روہتک وہم کی قضاۃ عطا کی روہتک میں آپ ایک اور علمی شخصیت جو بعد میں آپ کے سسر بھی ہوئے قاضی محمد سرخ کے ساتھ مل کر ایک قلعہ کی بنیاد رکھی اسی قلعہ میں آپ کی اولاد کا ایک بڑا حصہ 1947ء تک مقیم رہا آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا البتہ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۵ء کے درمیان رہتک میں رہائش اختیار کی آپ کا مزار اسی قلعہ کے مغربی گوشہ میں برج کے نیچے واقع ہے جو بڑی درگاہ کے نام سے موسوم تھی۔

شاہ اوحد

مولوی بدرالدین چشتی القادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی قوام الحق والدینؒ کی اولاد میں سے ایک معروف ترین نام مولوی بدرالدین چشتی القادریؒ کا آتا ہے۔ ۱۱۱۵ھ مطابق 1703ء میں قصبہ مہم میں مولوی فخرالدینؒ کے یہاں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے ہمراہ بعد میں قلعہ رہتک میں سکونت اختیار کی پھر فرخ نگر میں شاہ وقت کی جانب سے قائم کردہ مدرسہ کی صدارت قبول کی یہاں آپ کو رسول اکرم ﷺ نے بشارت دی کہ فتح محمد گمتھلی آئیں گے ان کا خرقہ قبول کر لینا۔ چنانچہ چند روز بعد حضرت فتح محمد گمتھلی تشریف لائے اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ اس معانقہ نے آپ کا سینہ عشق الٰہی سے بھر دیا چنانچہ آپ نے حضرت فتح محمد گمتھلی سے فرقہ چشتیہ بطریق صابریہ پایا اور سلاسل خمسہ چشتیہ صابریہ، قادریہ، سہروردیہ مداریہ، قلندریہ سے ماذون ومجاز ہوئے اس کے علاوہ آپ نے دیگر مشائخ، حضرت محمد گنگوہی اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے خرقہ خلافت کے علاوہ خطاب چشتی القادری پایا۔ حضرت نور قادری قمیصی تبریزی نے آپ کو خطاب ''شاہ اوحد'' دیا۔ اُن حضرات کے علاوہ حضرت شاہ عبداللہ جنیدی، حضرت شاہ کریم اللہ قادری، شاہ نور گجراتی، شاہ محمد فاخراِلٰہ آبادی اور انکے والد شیخ محمد یحییٰ المعروف شاہ خوب اللہ سے بھی فیض حاصل

کیا۔

آپ کی دینی خدمات اور زہد و اتقاء سے متاثر ہو کر شاہ دہلی نے آپ کو تین سو سات (307) بیگھہ یعنی ۸/۷ x ۱۹۱ ایکڑ اراضی موضع کوتانہ ضلع میرٹھ اور محلہ پاڑہ شہر رہتک میں دی جو انگریز دور میں ضبط کر لی گئی۔ مرہٹوں کی یلغار سے تنگ آ کر آپ رہتک کی سکونت ترک کر کے لکھنؤ میں مقیم ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مرہٹے جب رہتک میں آئے تو ان کے سردار کو نہانے کے لئے ایک چوکی کی ضرورت پڑی کسی نے بتایا کہ ایک درویش سنگِ مرمر کی چوکی پر بیٹھ کر عبادت کرتا ہے چنانچہ مرہٹے آ کر زبردستی آپ کی چوکی لے گئے۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت قلندر شاہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ غلام جیلانیؒ نمایاں ہیں۔ آپ کی وفات ۲۶ شوال ۱۲۰۵ھ کو لکھنؤ میں ہوئی اور وہیں محلہ رام نگر میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے ایک مرید باصفا غلام رکن الدین المعروف شاہ مدار بخش نے اپنی مثنوی میں اس طرح آپ کا ذکر کیا ہے۔

این مدیح مرشد عالی جناب — آنکہ از وے عالمے شد آفتاب
شاہ اوحد شیخ بدرالحق ودین — رہتکی پس لکھنوی واحبا بالیقیں

تبرکات میں سے آپ کی ایک کمری والد محترم قاری وضاحت حسن کے پاس تھی جو تبدیلی سکونت کے بعد نجانے کہاں گم ہو گئی۔

حضرت شاہ غلام جیلانی قدس سرۃ علیہ الرحمۃ

شاہ اوحد حضرت مولوی بدرالدینؒ کے فرزند وبانی مورد افضال یزدانی حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کی پیدائش احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں ۱۱۶۳ھ مطابق 1750ء میں رہتک میں ہوئی۔ کم سنی میں ہی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے ماموں محمد احسان بن مفتی عبدالرحمن جو اودھ میں ایک بڑے فوجی عہدے پر فائز تھے۔ آپ کو اپنے ساتھ اودھ لے گئے۔ الہ آباد میں شاہ غلام قطب الدین سے مروجہ تعلیم حاصل کی اور بیس بائیس سال کی عمر میں اپنے ماموں جان کی سفارش پر نواب شجاع الدولہ والی اودھ کی فوج میں چار پلٹنوں کے سردار ہو گئے لیکن جلد ہی نواب کی ذلت کش روش سے دل برداشتہ ہوکر مستعفی ہوگئے اور درویشی کی جانب مائل ہوگئے۔ قانون سلوک اور روضۃ الرضوان میں مذکور ہے کہ آپ نے بارہ سال تک کھانا ترک کئے رکھا دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جنگلی پھلوں اور پتوں سے روزہ افطار کرتے جسکی وجہ سے آپ کو سرتاج الزہاد کا لقب دیا گیا۔ 1791ء کے بعد آپ نے فریضہ حج ادا کیا دوسری بار حضرت پیران پیر غوث الاعظم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کیلئے بغداد تشریف لے گئے اور پاپیادہ وطن واپس لوٹے۔

ہمارے خاندان کے مشائخ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے جتنے

زیادہ خانوادوں سے کسب فیض کیا اور کسی بزرگ نے ایسا نہ کیا۔ آپ نے جن سلاسل سلوک سے اکتساب کیا انکی تعداد 194 بنتی ہے۔

سرزمین بغداد و شام سے واپسی کے بعد آپ میں کمزوری بیحد بڑھ گئی اطباء نے ماشوں کی مقدار میں خوراک تجویز کی چنانچہ اس خدمت پر آپ کے خلیفہ حضرت شاہ اسماعیل شہید بھی مقرر ہوئے۔ طبع اقدس کی صفائی کا یہ حال تھا کہ اگر اس خوراک میں جب کمی یا بیشی ہوجاتی تو فرماتے ایسامت کرو ہماری عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ آخری عمر میں ٹانگوں سے بھی معذور ہوگئے۔

آپ نے ۱۷ شوال ۱۲۳۵ھ بمطابق 28 جولائی 1820ء کو وفات پائی اور قلعہ روہتک میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:۔

آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں رسالہ زبدۃ السالکین، قرآن پاک کی چند سورتوں کی تفسیر، شجرات ہندی، لطائف سلوک، رسالہ اعمال الامراض، رسالہ خلاصۃ الاعمال، رسالہ لطائف المریدین، اسناد الاشجار اور ایک شاعری کی صنعت چوپائیاں شامل ہیں۔

آپ کے بھتیجے شاہ غیاث الدینؒ نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح کہی۔

قطب زمان مقبول خدا کے شاہ غلام جیلانی
امیری چھوڑ فقیری لیتی زہد کیا لاثانی
بارہ برس تک ناج نہ کھایا جسم ہوا نورانی

مکہ مدینہ زیارت کر کے قرب ملا یزدانی
شہر شوال رات سترھویں واصل ہوئے سبحانی
غیاث الدین ہے خادم ان کا مشکل ہوا آسانی
ولاد خلفہم جنات

۱۴۳۵ھ

آپکے خلفاء میں سے مولوی کریم الدینؒ و شاہ شجاع الدینؒ بن شاہ بدرالدین، شاہ خیرالدین، حافظ شمس الدین اور شاہ اسماعیل شہید بھی نمایاں ہیں۔ آپ کے چند تبرکات میں سے ایک ٹوپی اور چند قلمی مسودات راقم کے پاس محفوظ ہیں۔

عالم بے بدل

حضرت شاہ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ اوحد حضرت مولانا بدرالدینؒ کے منجھلے فرزند حضرت شاہ احمد الدینؒ کے صاحبزادے اور حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے بھتیجے تھے۔ آپ عالم باعمل اور انتہائی خدارسیدہ بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے چچا حضرت شاہ غلام جیلانیؒ سے بیعت کے بعد خلافت حاصل کی 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد جب آپ کے خاندان کے 9 افراد کو پھانسی دی گئی جاگیریں ضبط کر لی گئیں اسلامی مدارس بند کر دئے گئے تو آپ قلعہ رہتک کی سکونت ترک کر کے ریاست ججھر آ گئے۔ وہاں کے نواب نے آپ کو منصب قضاۃ ادا کیا۔ آپ کو یہ منصب سنبھالے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ہندو دیوان کے ایماء پر نواب نے آپ کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا عندیہ ظاہر کیا آپ نے فرمایا میں تمام فیصلے اسلامی شریعت و قانون کے مطابق کرتا ہوں۔ ان فیصلوں کے خلاف اپیل وہ سنے جو مجھ سے زیادہ عالم ہو یہ کہہ کر اس منصب سے استعفیٰ دے کر رہتک واپسی کا عزم کیا۔ اثناء راہ میں دوجانہ کی ریاست پڑتی تھی وہاں کے نواب دوندے خان نے اپنے یہاں قیام کی پیشکش کی، آپ نے اس شرط پر دوجانہ میں رہنا قبول کیا کہ وہ کوئی منصب قبول نہیں کریں گے اور صرف تبلیغ و رشد و ہدایت کا کام کرتے رہیں گے۔ نواب نے اس

وقت آپ کی خدمت کے طور پر بیس روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔

نواب نے جو محل آپ کو رہائش کے لئے دیا اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ آسیب زدہ ہے۔ وہاں جنوں کا سردار رہتا تھا۔ اس نے ایک روز آپ کے خادم کو تنگ کیا آپ نے عمل کے ذریعے اس کو زیر کر لیا اور اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ کبھی آپ کی اولاد اور مریدین میں سے کسی کو تنگ نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے پیروکار کسی کو ستائیں گے۔ چنانچہ اب بھی یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو جن کا آسیب زدہ آپ کے خاندان کا مرید ہو جاتا ہے وہ آسیب اس سے دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علاقہ ہریانہ میں قیام پاکستان تک جو اسلام کی اشاعت ہوئی وہ آپ کے خانوادہ کی برکت ہے۔

تصانیف:۔

آپ کے نقل کردہ رسائل میں سے 19 رسائل راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔ آپ کے رسائل زیادہ تر لکھنؤ، دہلی اور دوجانہ میں بیٹھ کر نقل کئے گئے ان رسائل میں سے دس صرف علم طب پر ہیں جن میں ''فوربس کی میٹریا میڈیکا'' بھی شامل ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو طب قدیم کے ساتھ طب جدید پر بھی دسترس تھی۔

آپ نے عربی فارسی اور مروجہ اردو میں نعتیہ شاعری بھی کی۔ ایک عربی قصیدہ بطور تبرک اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ الدینؒ کی تاریخ پیدائش اس طرح کہی۔

خدا نے دیا ہے عجب نونہال　　ہوئے دور سب دوستوں کے ملال

تولد کی تاریخ ہجری سے گن　　ہزار دوصد اور چہل تین سال
رہے حافظ الدین بحفظ خدا　　نہ آوے کسی طرح اس پر زوال

آپ کی وفات گوہانہ ضلع رہتک میں ۱۱ شعبان ۱۲۹۱ھ بمطابق 16 اگست 1875ء کو ہوئی۔ رہتک میں اپنے چچا حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک اولاد حضرت مولانا حافظ الدین کا سلسلہ جاری ہے۔ راقم الحروف بھی آپکی اولاد کا ایک ادنیٰ ترین فرد ہے۔

حافظ ملّت والدّین حضرت مولانا

محمد حافظ الدین علیہ الرحمۃ

آپ اپنے والد کے پانچ صاحبزادگان میں سب سے بڑے فرزند تھے۔ دوجانہ میں اپنے والدِ محترم کے زیرِ سایہ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ نو سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کیا (اس خاندان کو ایک امتیازی وصف یہ حاصل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے لے کر راقم الحروف تک ان میں سے ایک فرد ضرور حافظ رہا ہے۔) والد محترم کے انتقال کے بعد مشہور عالم اور فاضل مولانا امام بخش صہبائی سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ نے حضرت مولانا صہبائی سے اپنے شوق کا اظہار کیا تو مولانا مذکور نے عدیم الفرصتی کا بہانہ کر کے ٹالنا چاہا لیکن آپ کے بے حد اصرار پر کہا کہ میں آپ کو صرف اس قدر وقت دے سکتا ہوں کہ میں جب شہزادگان کو پڑھانے جاؤں تو تم میرے ہمراہ ہو لینا۔ جاتے ہوئے تم سے پچھلا سبق سنوں گا اور واپسی پر نیا سبق دوں گا۔ درمیان میں تم بادشاہ کے محل کی ڈیوڑھی پر انتظار کرنا۔ آپ نے یہ شرط منظور کر لی اور کچھ عرصہ اس پر عمل کرنے کے بعد مولانا صہبائی نے بادشاہ سے اجازت لے کر آپ کو شہزادگان کا ہم سبق کر دیا۔ اور آپ شہزادوں کے ہمراہ محل میں پڑھنے لگے۔ کیونکہ تمام بہن بھائی آپ سے چھوٹے تھے اور والدہ دوجانہ میں تنہا تھیں تو ان کے دیکھنے کے لئے ہر جمعہ کی رات کو دوجانہ پیدل جاتے۔ دن بھر دوجانہ رہ کر ہفتہ

کی رات عازمِ دہلی ہوتے یہ معمول کوئی ایک دو روز نہیں بلکہ کئی سال جاری رہا۔ دہلی میں آپ نے عربی علم و ادب، صرف و نحو، لغت و عروض، فقہ، تفسیر، حدیث، ہیئت، ہندسہ، انساب اور فنِ مناظرہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا سیّد حسین مکّی سے علم حدیث و تفسیر کی تکمیل کی۔ وہاں سے نجد، بحرین اور مسقط میں قیام کرنے کے بعد عازمِ وطن ہوئے۔

دوجانہ میں آپ نے رشد و ہدایت، تبلیغ اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ دور دور سے تشنگانِ علم، روح کی پیاس بجھانے کے لئے آتے اور مرادوں سے اپنا دامن بھر لے جاتے۔ آپ نے علاقہ ہریانہ میں بے شمار مدارس کھلوائے، جن میں تجوید و قرأت، حفظ و ناظرہ اور فقہ و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان مدارس میں سے ممتاز مدرسہ، مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ہے۔ جس کی بنیاد ۱۳۰۰ھ میں شہر روہتک میں رکھی تھی اور آج بھی یہ مدرسہ بڑی تاب ناکی سے ملتان قاسم باغ میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اس مدرسہ سے ہزار ہا افراد، علما اور حفاظ اور قرآء بن کر نکلے اور ہندوستان کے طول و عرض میں خدمتِ اسلام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مولانا کا قائم کردہ یہ مدرسہ برصغیر پاک و ہند کے موجودہ قدیم ترین مدارس میں سے ایک ہے۔

آپ کے معتقدین و مریدین کا حلقہ بے حد وسیع تھا۔ علاقہ ہریانہ کے اکثر راجپوت، پٹھان، بیوپاری، شیخ اور مسلم جاٹ آپ کے ہی خانوادہ کے ارادت مند ہیں۔

اصلاحی و تبلیغی خدمات:۔

آپ نے اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام اور اصلاح رسوم میں

صرف کی۔ ہزار ہا غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے جن میں مولا جاٹ نہایت نمایاں ہیں۔ بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کی تحریک میں بڑی شد و مد سے حصہ لیا اور عملی طور پر ایک بیوہ سے شادی کر کے ثابت کیا کہ بیوہ کا نکاح عین سنت ہے اور بیوہ کو بٹھانا صرف ہندو رسم و رواج کی پیروی ہے۔ مسلم راجپوت گھرانوں میں چچازاد بہن بھائی کی شادی کو نہایت بُرا خیال کیا جاتا تھا۔ آپ نے مسلم راجپوتوں میں اس بات کے خاتمہ پر زور دیا اور اپنے مریدین میں ایسی شادیوں کو رواج دیا۔ آپ کے اپنے خاندان میں ایک رسم یہ چلی آ رہی تھی کہ نکاح کا مہر بہت بھاری یعنی ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ اور سونے کا ٹکا (اشرفی) باندھا جاتا تھا۔ آپ نے اس رسم کے خلاف عملی جہاد کیا اور پورے خاندان میں دس ہزار روپیہ مہر جاری کرایا جو آج تک خاندان میں رائج ہے۔

دوجانہ میں محلہ علی عالم میں آپ نے اُس وقت چھ ہزار روپیہ صرف کر کے ایک نہایت شاندار مسجد تعمیر کرائی جس کی نظیر اس وقت آس پاس کہیں بھی نہیں تھی۔ فرقہ نجدیین جس نے اس وقت سر ابھارا تھا کے خلاف دلیل وثبوت کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا نیز اس سلسلہ میں ایک رسالہ "مرآۃ المحمدین" بھی تحریر کیا ہے۔ آپ نے اپنی تعلیم وارشاد کا سلسلہ اس خطہ میں کیا جہاں بے شمار بےہودہ اور کافرانہ رسومات کا دور دورہ تھا۔ اکثر راجپوت گھرانے باوجود مسلمان ہونے کے ہندوؤں کے زیرِ اثر کالی دیوی، سیتلا دیوی اور لونا چماری کو وہی درجہ دیتے تھے جو ہندوؤں کا عقیدہ تھا ماسوا اس کے کہ مسلمان ان کے بت بنا کر ان کی پوجا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ بعض راجپوت دیہات میں تو مسجد بھی موجود نہیں تھی بعض مسلم مولا جاٹ کے نام تک رام سنگھ، رام دین، بھاگ بھری،

رام اوتار وغیرہ ہوتے تھے ان لوگوں میں جو رسم سب سے زیادہ بے رحمانہ اور ظالمانہ رائج تھی وہ تھی دختر کشی۔ نومولود لڑکی کو پیدا ہوتے ہی ختم کر دیتے تاکہ ہمارا سر کسی کے سامنے نیچا نہ ہو۔ بعض گھرانوں میں ہمہ وقت آگ جلائے رکھنے کا رواج تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس گھر میں آگ جلتی رہتی ہے وہاں بدارواح نہیں آتیں اور گھر افلاس سے پاک رہتا ہے۔

معاشی طور پر ہندو مہاجن کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ زمین تو زمین بعض اوقات اپنے آپ کو بھی مہاجن کے ہاتھ گروی رکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ تجارت کو گھناؤنا فعل گردانتے اور صرف وہی کاروبار کر سکتے تھے جو ہندو مذہبی طور پر نہ کر سکتے تھے۔

اگر اس وقت ان لوگوں کو اسی حالت میں رہنے دیا جاتا تو یہ ہندوازم میں دوبارہ تبدیل ہو جاتے اور مسلمان ایک جری اور بہادر قوم سے محروم رہ جاتے۔ چنانچہ اس دور کے دوسرے بزرگانِ دین اور علماء کے ساتھ مل کر حضرت مولانا محمد حافظ الدین رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ان کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور نہایت محنتِ شاقہ کے بعد ان میں سے یہ سماجی اور معاشرتی برائیاں دور کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ تقریباً ہر مسلم دیہات میں مساجد تعمیر کرائیں اور مدارس قائم کئے جہاں قرآن پاک کی تعلیم وتدریس ہوتی تھی۔

راجپوت گھرانوں میں ایک ایک برائی چوری اور راہزنی کی بھی تھی جو آپ کی تبلیغ کے زیرِ اثر کافی حد تک کم ہو گئی اور پاکستان بننے کے بعد تو یہ برائی ان لوگوں میں بالکل ختم ہو گئی اور اب وہی لوگ ہیں جو اس وقت پاکستان میں فوج اور سول کے بڑے بڑے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لباس اب تک ہندوانہ تھے۔ ان میں اور

ہندوؤں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا مسلمان راجپوت مرد ہندوؤں کی طرح لانگر (دھوتی کو آگے سے اوپر لا کر اڑس لینا) باندھتے۔ عورتیں بڑے بڑے گھیر کے گھاگرے پہنتیں جو اکثر بے پردگی کا باعث بنتے آپ کی تعلیم کے زیر اثر مردوں نے لانگر اور عورتوں نے گھاگرے پہننے چھوڑ دیئے اور مردوں نے دھوتی اور عورتوں نے پاجامے پہننا شروع کر دیئے۔

ذریعۂ معاش کی ترقی کے لئے ان کو فوج میں بھرتی ہونے کی تلقین کی یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ جس گھر میں سے کوئی فرد اگر فوج میں نہ ہوتا تو اسے بزدلی کا طعنہ دیا جانے لگا۔ اس طرح یہ لوگ چوری اور راہ زنی کی راہ سے ہٹ کر کھیتی باڑی اور فوج کی ملازمت میں دلچسپی لینے لگے۔

سیاسی خدمات:۔

سیاسی طور پر آپ نہ صرف نواب دوجانہ کے مشیر تھے بلکہ اکثر مقدمات میں فیصلہ بھی آپ کے پاس بھیجا جاتا اور نواب رسمی طور پر اس فیصلہ کا اعلان کرتا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کی رہائش گاہ بے شمار افراد کے لئے جائے امن کا کام دیتی رہی۔ جن میں مشہور و معروف عالم حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ رحمتیہ مکہ معظمہ جو آپ کے استاد بھی تھے قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ جب انگریز حکومت نے پادری فنڈر کو مناظرہ میں لاجواب کرنے اور انگریز حکومت کے خلاف فتویٰ پر دستخط کرنے کے جرم میں آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے تو آپ پہلے حضرت مولانا محمد حافظ الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کے یہاں اور پھر آپ کے گھر میں چھپے رہے اور

پھر یہیں سے سورت کے راستے سرزمین حجاز تشریف لے گئے۔

ذاتی اوصاف:۔

آپ نہایت ملنسار، عمدہ حُسن اخلاق کے مالک اور ایک سحر انگیز شخصیت سے متصف تھے۔ اپنی پوری زندگی قرآن و سنت کے اتباع میں بسر کی۔ نہایت عبادت گزار، شب بیدار اور حق گوئی کا پیکر تھے۔ آپ کبھی بھی حق بات کہنے سے نہ ہچکچاتے۔ ایک مرتبہ نواب دوجانہ کے سامنے ایک قتل کا مقدمہ پیش ہوا اور جرم ثابت ہونے پر نواب صاحب نے حکم دیا کہ قاتل کے سر پر جلتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی رکھی جائے۔ آپ کو جب اس غیر اسلامی ظالمانہ سزا کا علم ہوا تو آپ نے فوراً نواب صاحب کو رقعہ لکھا کہ یا تو اس سزا سے باز آ جاؤ اور اگر سزا دینی ہی ہے تو شریعت کے مطابق دو اور قاتل کا سر قلم کر دو، ورنہ میں ابھی تمہاری ریاست چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ نواب کے لئے یہ بات بہت سخت تھی چنانچہ اس نے اسی وقت وہ سزا موقوف کی اور آپ سے معذرت طلب کی۔

دوجانہ میں عیدین کی نماز حضرت ہی پڑھایا کرتے تھے۔ جس میں نواب دوجانہ ممتاز علی خان بڑے کروفر کے ساتھ فوج و پولیس اور سواروں کے جھرمٹ میں تشریف لاتے تھے لیکن ان کی مجال نہیں تھی کہ وہ وقت پر حاضر نہ ہوں۔ ایک مرتبہ نواب صاحب کو چند منٹ دیر ہو گئی۔ جب نواب صاحب آپ کے سامنے آئے تو آپ نے جلال کی نظر سے ان کی طرف دیکھا۔ نواب صاحب اس نظر کی تاب نہ لا سکے اور فوراً کھڑے ہو کر آپ سے معذرت طلب کی اور پھر کبھی ایسا موقعہ پیش نہ آیا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی "الفقر فخری" کے مصداق فقر کی حالت میں گذاری۔ کبھی کسی سے کوئی جاگیر اور عطیہ قبول نہیں کیا۔ جو آیا اسی وقت حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے معاش کے لئے کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا لیکن زمین اپنی نہ تھی۔ نواب صاحب اور دیگر زمینداروں کی زمین ٹھیکے پر لے کر کاشت کرتے تھے جس کی تمام آمدنی آپ کے ملازمین و متعلقین پر خرچ ہو جاتی اور کچھ بچت نہ ہوتی۔ بعض معتقدین نے عرض کیا یا تو کھیتی باڑی ختم کر کے کوئی کاروبار کر لیں یا اگر یہی سلسلہ جاری رکھنا ہے تو پھر ملازمین کی تعداد کم کر دیں تا کہ کچھ منافع حاصل ہو۔ آپ نے جواب دیا "میں یہ کھیتی باڑی اپنے لئے نہیں کرتا بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ ایک تو یہ پیشۂ انبیاء ہے۔ دوسرا فصل بونے سے پکنے تک جتنی بھی مخلوق انسان، چرند پرند اور کیڑے مکوڑے میرے کھیت سے مستفید ہوں گے ان کے کھانے کا ثواب میرے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور میرے لئے یہی منافع بہت ہے۔

دنیا کی دولت اور مال و متاع سے پرہیز انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ دولت جمع کرنا دور کی بات۔ کبھی اس کی تمنا بھی نہ کی۔ آپ کے کھیتی باڑی کے شوق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے ایک بہت ہی عزیز مرید حاجی وزیر خان مرحوم نے جو ایک بہت بڑے زمیندار تھے اور لا ولد تھے آپ کو کچھ زمین عطیہ کے طور پر دینی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ حاجی صاحب نے اس پر ایک حیلہ کیا اور کچھ زمین آپ کے پاس رہن رکھ دی تا کہ نہ میں رہن چھڑاؤں گا اور نہ زمین واپس ہو گی اور آپ کے زیرِ استعمال رہے گی۔ آپ نے اس زمین کا مکمل حساب رکھا اور جب زرِ رہن پورا ہو گیا تو آپ نے حاجی وزیر خان کو بلایا اور فرمایا لو

بھی اپنی زمین سنبھالو۔ حاجی صاحب بے حد حیران ہوئے کہ میں نے تو زرِ رہن ادا نہیں کیا پھر یہ زمین میری کیسے ہوئی۔ آپ نے فرمایا ہم نے اس زمین کی آمدنی استعمال کی اور جب تمہارا زرِ رہن پورا ہو گیا تو اب اس کی آمدنی ہمارے لئے سود ہے۔ اب حاجی صاحب نے برملا اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ یہ زمین قبول کر لیں میری نیت رہن رکھنے سے یہی تھی کہ یہ زمین ہمیشہ آپ کے اور آپ کی اولاد کے زیرِ تصرف رہے تا کہ مجھے مسرت حاصل ہو۔ آپ فوراً جلال میں آ گئے اور فرمایا اب تو تم نے یہ بات کہہ دی ہے آئندہ یہ بات نہ کہنا۔ کیا تم میری اولاد میں جھگڑا فساد کرانا چاہتے ہو؟ یہ تھی اللہ کے نیک بندوں کی بے غرضی اور بے لوثی۔

آپ نے بحری راستے کے علاوہ کئی حج پا پیادہ کئے اور راہ میں مختلف بزرگانِ دین سے ملاقات کی۔ آخر عمر میں چلنے میں دقت محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان پیروں سے راہِ خدا میں بڑا کام لیا ہے۔ ان کا ہم پر بڑا حق ہے۔ آپ کا وصال ۱۴ محرم ۱۳۲۵ھ مطابق 27 فروری 1907ء کو ۸۲ سال کی عمر میں دوجانہ میں ہوا۔ اپنی ہی تعمیر کردہ مسجد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ جہاں بعد میں نہایت شاندار مزار تعمیر کیا گیا۔ آپ کے مزار پر آج بھی مسلمان و ہندو بلا تمیز حاضری دیتے ہیں اور اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال محرم الحرام میں ۱۴ محرم کو یا اس کے بعد آنے والے جمعہ کو ملتان میں نہایت سادگی مگر پر وقار طریقے سے منایا جاتا ہے۔ جہاں پاکستان کے دور دراز کے علاقوں سے آپ کے مریدین و معتقدین حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ کا سراپا آپ کے داماد مولانا حکیم شکورالدین علیہ الرحمۃ نے ایک نظم میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کشادہ پیشانی، ناک پتلی اور اُونچی، دونوں رخساروں پر مسّے تھے۔ داڑھی تھوڑی پر زیادہ تھی اور ادھر اُدھر چھدری۔ ویسے بے حد متین تھے لیکن بولتے ہوئے چہرے پر معمولی سی مسکراہٹ آجاتی تھی۔ آخر عمر تک سماعت اور بصارت معمول پر تھیں۔ پہلے آپ اپنے والد حضرت شاہ امام الدین علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد اپنے استاد حضرت سیّد حسین مکّی سے بیعت ہوئے۔ آپ کے پاس چاروں سلسلوں کی بیعت کی اجازت تھی لیکن عموماً سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے۔

کرامات:۔

اگرچہ کسی بھی بزرگ کی بزرگی کا دارومدار کرامت کے ظہور پر نہیں بلکہ اس کی تعلیم اور شریعت کی پابندی پر ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے ولی کی تعریف ان الفاظ میں کی:۔

"ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھ کر خدا کی یاد آجائے۔ اور انسان خدا کو پہچاننے کی کوشش کرے"۔

لیکن اس کے باوجود اکثر بزرگ اپنی روحانی طاقت کے ذریعے بعض اوقات ایسی خلافِ عادات واقعات کا سبب بن جاتے ہیں جو ان کی کرامات کہلاتی ہیں۔ ان کرامات کے ذریعے حقیقتاً ان افراد کو جھوٹا کرنا مقصود ہوتا ہے جو بسا اوقات طاغوتی طاقتوں کو اپنے زیرِ اثر لاکر شعبدے دکھاتے ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں

ورنہ کوئی ولی اپنی کرامت پر فخر نہیں کرتا بلکہ اسے انتہائی کم نظر سے دیکھتا ہے۔

آپ کی ولایت کی تصدیق ایک واقعہ سے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے دورانِ وعظ فرمایا کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اگر وہ سوتا ہے تو اس کا دل جاگتا ہے اور اگر اس کے سامنے درود شریف پڑھا جائے تو اس کی آنکھ فوراً کھل جاتی ہے۔ آپ کے ایک مرید رسالدار کرامت علی نے جو قلعہ روہتک میں رہتے تھے اور ان کے ایک صاحبزادے جج انور علی مرحوم بہت ہی قابل اور عالم بزرگ ہوئے ہیں سوچا کہ آپ کی آزمائش کرنی چاہئے چنانچہ جب حضرت صاحب دوپہر کو آرام فرما ہوئے رسالدار صاحب نے درود شریف پڑھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کیا تو حضرت صاحب مکمل طور پر محوِ خواب تھے یا اچانک گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ رسالدار صاحب میں اب اتنی ہمت نہ تھی کہ پیر کا سامنا کرتے فوراً جوتے چھوڑ بھاگ کھڑے ہوئے۔ عصر کے بعد جب آپ نے چائے بنوائی تو ایک پیالی اپنے ملازم خاص رشید خان سے کہہ کر علیحدہ رکھوادی۔ اسی دوران رسالدار ڈرتے ڈرتے دروازے تک آئے اور اشارے سے رشید خان کو بلا کر پوچھا۔ حضرت صاحب کا کیا حال ہے۔ رشید خان نے جواب دیا اور تو مجھے کچھ علم نہیں البتہ ایک پیالی چائے انہوں نے علیحدہ رکھوادی ہے جو میرے خیال میں آپ کے واسطے ہے اس بات سے رسالدار صاحب کو حوصلہ ہوا اور وہ انتہائی شرمندہ ہوتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مرتبہ تو حضرت صاحب کو بے حد جلال آیا اور فرمایا کہ ہماری ہی جوتی ہمارا ہی سر۔ اس کے بعد نرمی سے فرمایا ایسا نہیں کیا کرتے اور رشید خان کو ان کے لئے چائے لانے کا حکم دیا۔

آپ کی ایک کرامت مستری عبدالمجید مرحوم بیان فرماتے تھے کہ جب حضرت مولانا صاحب نے اپنی مسجد بنوانی شروع کی تو میں اپنے تایا مستری ستو سے کام سیکھ رہا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے بھی اس مسجد کی تعمیر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ جب مزدوروں اور مستریوں کو ہفتہ کے بعد معاوضہ تقسیم فرماتے تو اپنے مصلّے کا کونہ اٹھاتے اور اس کے نیچے سے پیسے نکال کر عطا فرماتے۔ ایک روز جب ہمیں ہفتہ وار تنخواہ ملنے لگی تو آپ نے ایک مزدور کو اس کی اجرت سے ایک دن زائد کے پیسے عطا فرمائے وہ شخص کہنے لگا کہ یہ اجرت تو زیادہ ہے آپ نے فرمایا بھئی تم نے ایک دن رات کو بھی کام کیا ہے کیا تم اس رات کے پیسے نہیں لو گے جب تم ساری رات ہمارے مصلّے کے نیچے پیسے تلاش کرتے رہے۔ یہ سن کر وہ شخص آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافیاں مانگنے لگا۔ بعد میں اس شخص نے بیان کیا کہ وہ ہمیشہ دیکھا کرتا تھا کہ جب حضرت پیسے تقسیم فرماتے تو مصلّے کے نیچے سے نکال کر دیتے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب نے مصلّے کے نیچے اپنا خزانہ جمع کر رکھا ہے۔ چنانچہ جب ایک رات تمام مسجد خالی تھی میں نے آپ کے مصلّے کے نیچے کھودنا شروع کیا لیکن خزانہ ہوتا تو ملتا میں نے پھر اس جگہ کو برابر کیا اور اسی طرح مصلّے کو برابر کر دیا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو گی لیکن حضرت صاحب نے اپنے کشف سے یہ معلوم کر لیا۔

آپ کے ایک ملازم سرور خان ایک بے حد دلچسپ واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بے حد بارش ہوئی۔ تمام کھیتیاں سیراب ہو گئیں۔ میرا کام حضرت صاحب کی زیرِ کاشت اراضی کی دیکھ بھال تھا۔ میں نے پڑوسی کے کھیت میں وافر پانی دیکھ کر اس کا

پانی آپ کے کھیت میں کاٹ دیا۔ نشیب کی وجہ سے تمام پانی کھیت میں آ گیا۔ آپ کو جب اس امر کا علم ہوا تو بے حد ناراض ہوئے اور حکم فرمایا آئندہ میرے کھیت میں کسی دوسرے کے کھیت کا ایک ڈھیلا بھی نہیں آنا چاہیئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ پانی تو ظاہری چیز تھی حضرت صاحب کو پتا چل گیا کہ اب اگر میں آپ کے کھیت میں دوسرے کے کھیت سے کچھ مٹی ڈال دوں گا تو آپ کو کیا علم ہوگا۔ چنانچہ میں نے چند روز بعد چند مٹی کے ڈھیلے آپ کے کھیت میں ڈال کر برابر کر دیئے۔ آپ جب شام کو کھیت میں تشریف لائے تو بے حد غصے میں آ گئے اور فرمایا ابھی اپنا حساب کر لو تم میرے پاس کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ میں اپنا حساب کرنے کے بعد گھر آ گیا اور چند روز بعد فوج میں ملازم ہو گیا۔ ایک مرتبہ میری ڈیوٹی برما کے گنجان پہاڑی علاقے میں لگی۔ بزرگوں سے لگاؤ شروع سے تھا اس لئے وہاں بھی کسی بزرگ کی تلاش جاری رہی۔ کچھ عرصہ بعد علم ہوا کہ ایک بزرگ پہاڑ کی چوٹی پر مقیم ہیں اور ببر شیر اُن کا پہرا دیتے ہیں۔ ملاقات کا شوق دامن گیر ہوا تو ان کے پاس چلا گیا۔ جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ ایک شیر آپ کی دربانی کر رہا تھا۔ شیر نے ہمیں دیکھ کر غرانا شروع کیا۔ لیکن بزرگ نے فرمایا آنے دو۔ چنانچہ شیر خاموش ہو گیا اور اس نے ہمیں راستہ دے دیا۔ ہم لرزاں و ترساں اوپر پہنچے۔ جا کر سلام کیا۔ بزرگ نے پوچھا کہاں رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا ریاست دوجانہ ضلع روہتک کا مکین ہوں۔ چاہتا ہوں آپ کی غلامی میں زندگی بسر کروں۔ بزرگ نے فرمایا چاند کو چھوڑ کر ستاروں کے پاس کیا لینے آئے ہو؟ جاؤ واپس اور مولانا حافظ الدین سے بیعت کرو۔ جا کر ان کو ہمارا سلام کہنا۔ اس کے بعد بزرگ نے مجھے چند چھوہارے عطا کئے اور فرمایا کہ یہ تحفہ حضرت کی خدمت

میں پیش کر دینا۔

چند دن بعد جب مجھے رخصت ملی تو میں عازم وطن ہوا جس وقت میں حضرت صاحب کے پاس سے گیا تھا تو داڑھی رکھی ہوئی تھی لیکن فوج میں جا کر میں نے داڑھی منڈوا دی تھی۔ میرے گھر کا راستہ چونکہ حضرت صاحب کی رہائش گاہ کے سامنے سے گزرتا تھا۔ چنانچہ میں نے شرمندگی سے بچنے کے لئے اپنی داڑھی کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور ارادہ کیا کہ پہلے گھر جا کر بعد میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ مگر راستے ہی میں حضرت صاحب سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ میں نے کترا کر نکلنا چاہا لیکن حضرت صاحب نے آواز دی سرور خان بغیر ملے ہی جا رہے ہو۔ میں فوراً آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہوا فرمایا اچھا جاؤ معاف کیا۔ کیا داڑھی منڈوا کر منہ چھپاتے ہو۔ بے حد شرمندہ ہوا۔ اسی ندامت و پشیمانی کے عالم میں بزرگ کا تحفہ آپ کو دینے کا خیال نہ رہا۔ جب میں چلنے لگا تو فرمایا سرور خان ہمارا تحفہ کہاں ہے۔ میں نے اسی وقت وہ تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ سے بیعت کا طالب ہوا۔

کیپٹن عبدالرؤف خان مرحوم نے آپ کی ایک کرامت اس طرح بیان کی کہ میں نے فوج کی ملازمت کے دوران انبالہ چھاؤنی میں قیام کیا۔ وہاں پر ان دنوں مخدوم ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور علم کی بے حد شہرت تھی۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ میں بھی حضرت پیر صاحب سے بیعت کروں گا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں قبلہ پیر صاحب انبالہ تشریف لے گئے۔ چنانچہ میں بھی آپ کے دوسرے مریدوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں مرید ہونے والوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ حکم ہوا

قطار بنا کر ایک ایک کر کے آؤ۔ میں بھی قطار میں لگ گیا جب میری باری آئی تو آپ نے اشارے سے مجھے ایک طرف ہونے کا حکم فرمایا۔ اور میرے بعد آنے والوں کو بیعت کرنے لگے۔ میں بے حد پریشان ہوا اور خیال کیا شاید حضرت پیر صاحب کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ میں دوبارہ قطار میں لگ گیا اور جب میں دوبارہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے سختی کے ساتھ مجھے کہا کہ باہر نکل جاؤ۔ میں خاموشی سے قطار سے باہر نکل آیا لیکن میں اپنے آپ پر بے حد ملامت ولعنت پیش کر رہا تھا کہ میں ایسا گناہگار ہوں کہ حضرت پیر صاحب نے مجھے بیعت کرنے سے بھی انکار کر دیا واپس بیرک میں چلا آیا وہاں بھی دوست احباب کے طنز و تشنیع سہنا پڑے۔ میں نے تمام رات انہی وسوسوں اور خیالات میں گزار دی۔ دوسرے دن جناب پیر صاحب نے واپس جانا تھا۔ میں نے اب یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ حضرت صاحب سے آج تو پوچھ کر ہی رہوں گا کہ مجھے بیعت نہ کرنے کا کیا سبب ہے اور اس کیفیت میں میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ ابھی میں نے حضرت صاحب سے کوئی بات بھی نہیں کی تھی کہ حضرت صاحب نے مجھے اپنے قریب بلایا اور فرمایا آپ کو بیعت ہونے کا بہت شوق ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لیکن انتہائی بدنصیب ہوں کہ آپ نے بھی دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے شہر کی انتہائی بزرگ ہستی کو چھوڑ کر میرے پاس کیا لینے آئے ہو فوراً جاؤ اور ان کے دستِ حق پر بیعت سے سرفراز ہو، لیکن جلدی جانا وقت بہت کم ہے۔

میں نے گھر جانے کے لئے پہلے ہی درخواست دے رکھی تھی جو ایک ہفتہ بعد شروع ہونی تھی چنانچہ میں حسب پروگرام ایک ہفتہ بعد عازم دو جانہ ہوا لیکن میری بدنصیبی

جب میں دوجانا پہنچا دو روز پیشتر مخدومی و مرشدی حضرت مولانا حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے اور اس دن ان کا سوئم تھا یہ سن کر از حد صدمہ ہوا زار و قطار روتا رہا اور اپنے آپ کو بے حد ملامت کی کہ اسی وقت کیوں نہ چل پڑا۔

آپ کا یہ فیض نہ صرف آپ کی حیات مبارکہ میں پھیلتا رہا بلکہ بعد میں بھی جو شخص خلوص نیت سے آپ کے دربار پر آیا وہ جھولیاں بھر کر لے گیا۔ اس میں ہندو اور مسلمان کی بھی کوئی تمیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک بھی آپ کے مزار پر جاروب کشی کو ہندو اور مسلمان اپنے لئے سعادت خیال کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ دوجانہ کے پٹھانوں میں سے ملا سوالی کا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ چلنے پھرنے سے بھی عاجز ہو گئے۔ ہر طرح کا علاج کرایا لیکن بے سود۔ ایک روز وہ چند عزیزوں کے سہارے حضرت صاحب کے پوتے جناب مولانا قاری فیض الحسن صاحب کے پاس چلے آئے اور عرض کیا میاں اب میرا آخری وقت ہے بس میرے لئے دعا کریں آپ نے فرمایا ملا جی ایک علاج باقی ہے وہ اور کرلیں وہ یہ کہ مزار مبارک پر جا کر خدا سے دعا تو مانگ کر دیکھیں اللہ رحم کرے گا۔ چنانچہ ملا جی فوراً آپ کے مشورہ پر مزار مبارک پر پہنچے اور وہاں جا کر دعا کی۔ خدا کی شان دیکھئے ملا جی کا مرض ایسا جاتا رہا کہ جیسے کبھی ہوا بھی نہیں تھا اور اپنے قدموں پر واپس ہوئے۔

حاجی شیخ یٰسین صاحب نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ وہ ایک مرتبہ لاہور جا رہے تھے۔ کیونکہ ان کے صاحبزادے سیٹھ قمر الدین نے ایک اچھی خاصی رقم لانے کو کہا تھا۔ رقم ایک بیگ میں تھی حاجی صاحب جب اسٹیشن پر پہنچے تو ریل رینگ رہی تھی حاجی صاحب کو

اس ریل سے لازمی جانا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جو بھی ڈبہ سامنے آیا اس کے پائیدان پر لٹک گئے بعد میں جب غور کیا تو پتا چلا وہ ڈبہ تو زنانہ ہے اور اسے عورتوں نے مضبوطی سے بند کر رکھا تھا۔ ایک تو حاجی صاحب کی پیرانہ سالی اور دوسرے بیگ کا وزن۔ حاجی صاحب کی بری حالت ہوگئی۔ عورتوں سے کہا تو انہوں نے دروازہ کھولنے سے انکار کردیا۔ اس وقت حاجی صاحب بڑی مشکل میں پھنس گئے قریب تھا کہ ان کے ہاتھ سے دروازے کا دستہ چھوٹ جاتا کہ ان کے دل میں فوراً اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا اور انہوں نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ اے باری تعالیٰ تو میرے مرشد کے صدقے مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ خدا کا کیا کرنا ہوا کی ان ہی عورتوں میں سے ایک عورت اٹھی اور دوسری عورتوں کو لعنت ملامت کی کہ بوڑھا بے چارہ مرنے کو ہو رہا ہے اور تم دروازہ نہیں کھول رہی ہو۔ اُس نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اندر گھسیٹ لیا۔ جب حاجی صاحب کو ہوش آیا تو تمام عورتیں جو اس سے پیشتر حاجی صاحب کو ڈاکو، چور اور بدمعاش سمجھ رہی تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد حاجی صاحب نے ان عورتوں کو کچھ رقم دینی چاہی لیکن ان عورتوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

حضرت مولانا حافظ الدینؒ نے چار شادیاں کیں جن سے آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے حضرت مولانا زین العابدین، حضرت مولانا قاری سیّد حسن شبّر اور حضرت مولانا سیّد حسین شبیر اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت مولانا قاری

سیّد حسن شبّر رحمۃ اللہ علیہ

یہ مولانا حضرت حافظ الدین علیہ الرحمۃ کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ سیّد زادی تھیں ان کی طرف منسوب ہو کر سیّد کہلائے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد محترم مولانا حافظ الدینؒ نے فرمایا آج ہماری نسبت ختم ہوئی۔ اب یہ بچہ سیّد کہلائے گا۔ اسی لئے آپ نے ان کا نام سیّد حسن شبّر اور دوسرے کا نام سیّد حسین شبیر رکھا۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کی اولاد نسبی طور پر صدیقی اور نسبتی طور پر سیّد کہلائے۔

ابتدائی تعلیم والد ماجد کے زیرِ سایہ دو جانہ میں ہوئی۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کیا پھر روہتک میں اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ خیر المعاد میں تعلیم پائی۔ اس کے بعد مکّہ معظمہ میں سات سال تک علم حدیث و تفسیر کے ساتھ ساتھ قرأت سبعہ میں اس قدر مہارت حاصل کی کہ اس دور میں تمام برصغیر کے اندر ایک دو قاری ہی آپ کے ہم پلّہ ہوں گے۔ آواز نہایت شیریں، بلند اور گونجدار تھی۔ جب قرأت فرماتے ایک سماں بندھ جاتا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی شخص آپ کی مجلس سے اُٹھ جائے۔ جب آپ قرأت فرماتے تو آپ کے لحن داؤدی کے سبب لوگوں کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ آج بھی

بے شمار لوگ ایسے موجود ہیں جنہوں نے آپ کو قرأت کرتے ہوئے دیکھا اور سنا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ کے بعد ہم نے آج تک کسی بھی قاری سے ایسی قرأت اور ویسا ترنم نہیں سنا۔

آپ کی قرأت کے بارے میں ایک واقعہ قبلہ محترم والد صاحب جناب قاری وضاحت حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب آپ مکّہ معظمہ سے واپس تشریف لائے تو بمبئی میں کچھ عرصہ ایک مسجد میں قیام کیا۔ ایک دن اس مسجد میں محفل میلاد النبی ﷺ منعقد ہوئی اور اس مسجد سے کچھ فاصلہ پر ہی اس زمانہ کی ایک مشہور و معروف خوش شکل اور خوش گلو طوائف کی مجلس برپا تھی۔ آپ نے جب لوگوں کے اصرار پر قرأت شروع کی تو ایسا سماں بندھا کہ مجلس میں موجود افراد تو ایک طرف طوائف کی مجلس میں موجود افراد بھی آپ کی آواز کے جادو کے زیرِ اثر اُس کی مجلس سے اُٹھ آئے ایک عجیب روحانی منظر تھا۔ شیطانی قوت کا مقابلہ خدائی کلام کی اثر آفرینی سے تھا۔ جب طوائف نے گاتے ہوئے اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالی تو سوائے چند افراد کے تمام کا تمام پنڈال خالی ہو چکا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر وہ طوائف بھی اس قدر متاثر ہوئی کہ آپ کے قدموں میں آ گری اور توبہ کرنے کے بعد آپ سے شادی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میری شادی ہو چکی ہے اور اولاد بھی ہے اور دوسری شادی کی میں کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا البتہ تو توبہ پر قائم رہنے کا وعدہ کرے تو میں تمہاری شادی کسی ایماندار مسلمان سے کرا سکتا ہوں۔ چنانچہ اس کے اقرار پر آپ نے اس کا نکاح وہاں پر موجود ایک ماواڑی سیٹھ سے کرا دیا جب تک وہ خاتون زندہ رہی آپ کی مشکور رہی۔

قرأت کی تدریس کے سلسلہ میں کچھ عرصہ کانپور میں قیام کیا اور بے شمار شاگردوں کو علمِ قرأت سے روشناس کرایا جن میں مولانا مشتاق احمد کانپوری جو بعد میں اجمیر اور کلکتہ کے کالجوں میں استاد بھی رہے، نمایاں ہیں۔ آپ نے کچھ عرصہ فوج کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ کے ممالک میں بھی گزارا اور اس سلسلہ میں مصر، فلسطین، عراق، شام، ترکی اور عرب ممالک کی سیر کی لیکن اپنے والدِ محترم کے ارشاد کے موجب اس ملازمت کو جلد ہی خیر باد کہہ کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔

آپ کا طرزِ تحریر شستہ اور پاکیزہ تھا۔ آپ کی تحریر کے نمونے آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں جو فنِ خطاطی کے نادر نمونے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کیا ہیں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ عبارت کے گرد حاشیہ پھولوں اور کلیوں سے مرصّع ہے۔ دو جانہ میں آپ کے والدِ محترم کی بنوائی ہوئی مسجد میں تمام طغرے آپ کے ہی کمال کے شاہکار ہیں۔

آپ اپنے والد ماجد کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں مزید آگے بڑھائیں۔ آپ عشقِ نبی ﷺ سے پُر تھے جن کا ثبوت آپ کی نعتیں ہیں۔ آپ شعر و ادب میں انتہائی اعلیٰ ذوق کے مالک تھے آپ کی کہی ہوئی نعتیں آج بھی زبان زدِ عام و خاص ہیں جن میں مشہور و معروف نعت کا مطلع اس طرح ہے۔

جو رتبہ کہ آپ نے پایا ہے ‏ ‏ ‏ کوئی اور وہ پانا کیا جانے
اور جن کو خدا نے بڑھایا ہے ‏ ‏ ‏ کوئی ان کو بڑھانا کیا جانے

اپنی کہی ہوئی نعتوں کی طرز بھی خود بناتے تھے جو نہایت آسان اور شیریں ہوتیں۔ آپ نے نعتوں کے علاوہ غزلیں، قطعہ، تاریخ اور قصائد بھی کہے ہیں جو ادبی طور پر نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔

اپنے والد ماجد کی بنوائی ہوئی مسجد کی تعمیر پر قطعہ تاریخ کہا جو یہ ہے:۔

حضرت مخدوم مفتی مولوی ‏ ‏ ‏ حافظ الدین مرشدی ہم والدی
باخلوص با ہتمام آں جناب ‏ ‏ ‏ یہ بنی مسجد دو درجہ لاجواب
مستری چھجو و ستو کا تمام ‏ ‏ ‏ ہے چنائی دستکاری کا یہ کام
قارؔی نے اس کی لکھیں تاریخ تین ‏ ‏ ‏ کارِ قربت ختم سمت کے سنین
عیسوی فرخندہ طیب دل پزیر ‏ ‏ ‏ ہجری سن پاکیزہ مسجد بے نظیر
۱۹۰۶ء ‏ ‏ ‏ ۱۳۲۴ء

اس قطعہ کا کمال یہ ہے کہ تین مصرعوں سے تین مختلف طریقے کی تاریخ نکال لی یعنی سال سمت، سالِ عیسوی اور سالِ ہجری۔

آپ کا تخلص قارؔی تھا۔ اردو کے علاوہ فارسی اور لغت عربی میں بھی آپ کے اشعار موجود ہیں۔

آپ کو تعمیر کا بے حد شوق تھا تمام سال تعمیر کے کام میں لگے رہتے۔ کبھی ایک دروازہ ایک جانب سے بند کرواتے اور دوسری طرف لگوا دیتے اور کبھی کوئی کھڑکی ایک مقام سے اُٹھوا کر دوسری طرف لگوا دیتے۔ غرضیکہ اس طرح بندگانِ خداوندی کے رزق کا سبب قائم رہتا۔ لباس نہایت عمدہ اور صاف ستھرا ہوتا۔ انتہائی خوش مزاج لیکن بردبار

تھے۔

آپ کی شہرت اور علم قرأت میں مہارت کے سبب کچھ حاسد آپ کے مخالف ہو گئے اور کانپور میں قیام کے دوران انہوں نے آپ کو پان میں سیندور کھلا دیا جس کی وجہ سے آپ کو مستقل دمہ کی شکایت ہوگئی اور کم عمری ہی میں ۷ محرم ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) کو دوجانہ میں انتقال ہوا۔ اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ کے دو صاحبزادگان حضرت مولانا قاری فیض الحسن اور جناب غلام ربانی اور دو دختران ہوئیں۔

حضرت مولانا سیّد حسین شبیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ الدین علیہ الرحمۃ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت مولانا سیّد حسین شبیرؒ تھے۔ ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ آپ نہایت سادہ مزاج اور عبادت گزار تھے۔ اپنے والد کے ارشاد کے مطابق دستِ بیعت ایک اور عظیم بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ کے ہاتھ پر رکھا اور ان سے ہی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اپنی پوری زندگی اتباعِ شریعت میں گذاری اور اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ خیر المعاد کے مہتمم و ناظم ہونے کی حیثیت سے مسلمانانِ روہتک کی انتہائی بے لوث خدمت کی۔ آپ کے معتقدین میں نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی شامل تھے۔ تمام عمر درویشانہ زندگی میں بسر کی جس وقت آپ کا انتقال ہوا تمام شہر روہتک میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ تمام بازار اور کاروبار بند ہو گیا۔ کیا ہندو کیا مسلمان آپ کے جنازہ کو کاندھا دینے آیا اور جو لوگ نہ آ سکے ان کی فرمائش پر آپ کا جنازہ تمام شہر میں پھرایا گیا اور ریلوے مال گودام کے نزدیک آپ کے ایک بڑے معتقد حاجی اللہ دین صدر میونسپل کمیٹی روہتک کے باغ میں دفن کیا گیا۔ جہاں پر بعد میں آپ کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۱ رجب ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ آخر عمر میں آپ چلنے سے عاجز ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود مونڈھوں پر بیٹھ کر مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے تھے اور گھر پر ہی طلباء کو پڑھایا کرتے

تھے۔ آپ کے اولادِ نرینہ کوئی نہ تھی لیکن آپ کی پانچوں صاحبزادیاں تمام کی تمام صاحب علم وادب ہوئیں۔ آپ کا عرس مبارک آپ کے مریدین رجب کے دوسرے ہفتے میں ملتان میں منعقد کرتے ہیں۔

طبیبِ حاذق

حضرت مولانا شکورالدین علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا حکیم شکورالدین علیہ الرحمۃ حضرت مولانا حافظ الدین علیہ الرحمۃ کے داماد اور خلیفہ تھے۔ آپ کے والد کا نام وزیرالدین تھا جو حضرت وجیہہ الدین شہید کے صاحبزادے تھے۔ مولانا وجیہہ الدین کو نواب جھجھر عبدالرحمٰن خان کے ساتھ انگریزوں نے پھانسی پر چڑھایا۔ مولانا حکیم شکورالدینؒ کی پیدائش ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ عربی، فارسی، فقہ، حدیث، تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم طب حکیم اجمل خان کے برادر بزرگوار حکیم عبدالمجید خان سے پڑھا جہاں مسیح الملک آپ کے ہم سبق تھے۔ حکیم اجمل خان نے طبیہ کالج آپ کے مشورہ پر ہی قائم کیا۔ طب میں آپ کا بے حد بلند مقام تھا لیکن باقاعدہ طبابت نہیں کی۔ کیونکہ شہرت اور ناموری سے شروع سے ہی اجتناب

فرماتے تھے۔ جو مریض خود چل کر آتا اسے دیکھ لیتے غریبوں اور رشتہ داروں سے کبھی دوا کے پیسے نہیں لیتے۔

روہتک شہر میں عیدین کی نماز حضرت مولانا سید حسین شہیرؒ کے بعد آپ ہی پڑھاتے تھے۔ اگرچہ اپنے مرشد کے خلیفہ مجاز تھے لیکن مُرید کم ہی فرماتے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۷ء میں حج ادا فرمایا۔ فارسی اور عربی ادب پر عبور حاصل تھا۔ شعر اور تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ جب آپ کے صاحبزادے حکیم مسرورالدین کا مکان تعمیر ہوا تھا تو تاریخ کہی اس کے عنوان اور ہر مصرع سے جدا جدا سن تعمیر نکلتا ہے پہلے مصرع سے سن عیسوی اور مصرع ثانی سے سن ہجری۔ اس کے علاوہ شجرہ طریقت کی طرز پر اپنا کرسی نامہ منظوم تحریر کیا۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ خاندان کے نسب نامہ کی تکمیل اور شجرہ کی ترتیب ہے جو آج تک تمام خاندان کے نسبت ناموں اور شجروں کی بنیاد ہے۔ آپ کی وفات ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے جن کا انتقال امریکہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا قاری فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے نانا کے یہاں مہم میں ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ دوجانہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور چودہ سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لئے حجاز مقدس میں تشریف لے گئے وہاں مدرسہ صولتیہ رحمتیہ میں تقریباً پانچ سال تک تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں قرأت سیکھی آواز میں لوچ اور درد تھا۔ اسی مدرسہ میں آپ نے عربی ادب، فقہ اور حدیث کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دو سال تک شیخ السادات کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ والد صاحب کی ہدایت کے بموجب ہندوستان تشریف لے آئے پہلے روہتک میں مدرسہ خیر المعاد میں پڑھتے رہے۔ پھر کانپور جا کر مولانا محمد سلیمان سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ وہیں مولانا مشتاق احمد کانپوری سے علمِ منطق سیکھا۔ پہلی بیعت اپنے والد محترم سے کی اور ان کے خلیفۂ مجاز ٹھہرے۔ ان کی وفات کے بعد دوسری بیعت اپنے پھوپھا اور خسر مولانا شکور الدین جو کہ مولانا حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے سے کی۔

آپ انتہائی خوش اخلاق، بردبار اور مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بے شمار مریدین آج بھی انتہائی محبت اور عقیدت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ اپنے مریدین اور معتقدین کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے خواہ فاصلہ

کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ موسم کیسا ہی ہو، ہر وقت اپنے مریدین کی حاجت روائی کے لئے ان کے ہمراہ چلے جاتے۔ اہلِ خانہ کو شکایت ہی رہتی کہ کچھ وقت ان کے لئے بھی ملے لیکن مخلوقِ خدا انہیں فرصت ہی نہیں لینے دیتی تھی۔ البتہ ماہ رمضان تقریباً تمام دوجانہ ہی میں گذرتا۔ روہتک کے ارد گرد تمام دیہات راجپوتوں کے تھے اور ان میں اکثر آپ کے مرید تھے۔ ان کی خبر گیری مثل ایک باپ کے کرتے۔ علاج روحانی کے ساتھ ساتھ طبی علاج بھی کرتے تھے جو آپ نے مولانا شکور الدین سے سیکھا تھا۔ لہٰذا کچھ عرصہ کے لئے باقاعدہ دواخانہ بھی قائم کیا لیکن دیگر مصروفیات کی وجہ سے اسے بند کرنا پڑا۔

آپ بے حد رعب اور دبدبہ رکھتے تھے نواب دوجانہ کی مجال نہیں تھی کہ وہ کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف کرے۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے نواب نے آپ کی بات کو نہ مانا تو آپ دوجانہ سے سکونت ترک کر کے عارضی طور پر کانپور منتقل ہو گئے اور جب تک نواب نے آپ کی بات تسلیم نہ کی واپس نہ آئے۔

آپ کا خرچہ شاہانہ تھا۔ کئی ملازمین آپ کے جانوروں اور کھیتی پر مقرر تھے۔ جب کہیں جاتے تو مریدین کی ایک جماعت ہم رکاب ہوتی۔ جب آپ محفلِ میلاد میں گویا ہوتے تو معلوم ہوتا کہ وقت کی رفتار تھم گئی ہے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی آپ کی میلاد سے استفادہ کرتیں اور دوجانہ میں جتنا عرصہ بھی رہتے کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ رات کو میلاد منعقد نہ ہو۔ آواز انتہائی گونجدار، بلند اور شیریں تھی جس وقت آپ مشہور عربی سلام مرحبا مرحبا یا سید المکی المدنی العربی پڑھتے حاضرین کی آہیں نکل جاتیں۔

آپ انتہائی خوش خوراک، قدرے فربہ لیکن متناسب بدن کے مالک تھے۔ داڑھی گھنی اور قد دراز تھا۔ ہرن کے شکار کے بیحد شوقین تھے لیکن جس موسم میں جانور بچے دیتے ہیں، شکار سے اجتناب کرتے جمعرات کو شکار پر بالکل نہیں جاتے تھے۔ آپ نے اپنی سواری کے لئے جو بیل گاڑی بنا رکھی تھی وہ آپ کی جدّت آفرینی کا مکمل ثبوت تھی۔ اس میں چائے پکانے، لالٹین، کتابیں رکھنے کی جگہ، گاڑی بان کے بیٹھنے کی جگہ اور نرم نشست گاہ اس طرح بنی ہوئی تھیں کہ گویا موٹر کار ہوگی۔ اور اس کو کھینچنے والی جوڑی کی تو دور دور تک دھوم تھی۔ ان بیلوں کی چال اور گھنگروؤں کی آواز سے ہی لوگ دور سے اندازہ لگا لیتے کہ میاں صاحب تشریف لا رہے ہیں۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قیامِ پاکستان کے بعد ان مولا جاٹوں کو جو ہندوؤں کے دباؤ کے تحت ہندو بن گئے تھے دوبارہ مسلمان بنا کر پاکستان بھیجنا ہے اور اس ضمن میں جو سختیاں اور مخالفتیں آپ نے برداشت کیں وہ آپ کا ہی حصہ ہیں۔ تن تنہا اس پُر فتن دور میں کہ جب ان علاقوں میں ہندو وحشت اور بربریت کا دور دورہ تھا ہندو دیہات میں جا کر ان لوگوں کو دوبارہ مسلمان بنا کر پاکستان بھیجنا ایک بہت بڑی اسلامی خدمت تھی۔ جس وقت ہندو غنڈوں نے اقلیتی مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور ان کو اپنے گھروں سے راتوں رات بھاگنا پڑا تو آپ نے اپنا گھر ایسے تمام مجاہدین کے لئے وقف کر دیا اور نہ صرف ان کی رہائش اور خورد و نوش کا سبب کیا بلکہ ان کے جانوروں کے لئے بھی چارے کا بندوبست رکھا۔ اس ظلم و بربریت کے سیلاب سے جب لوگ پریشان تھے اور اپنے گھروں اور آباؤ اجداد کی قبروں کی جدائی پر غمگین تھے تو آپ کی شخصیت ان

کے لئے ڈھارس کی سبب تھی آپ نے ان کو نہایت تسلی و تشفی دیتے ہوئے وہاں سے رخصت کیا۔ آپ کا مشن کیونکہ جاری تھا اس لئے آپ نے وہاں خود رہنا گوارا کیا اور اپنے تمام اہل وعیال کو بھی پاکستان بھیج دیا۔

ہندوستان میں آپ کو بے حد مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا وہاں کی حکومت نے آپ کے اثر ورسوخ کے خاتمے کے لئے آپ کو بے حد تنگ کیا۔ کبھی آپ کو پاکستانی جاسوس قرار دیا اور وہاں کی خفیہ پولیس نے اپنے روایتی حربے آپ پر آزمائے، آپ سے آپ کا آبائی مکان چھین لیا۔ آپ مسجد میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان تمام مشکلات کو آپ نے انتہائی صبر سے برداشت کیا اور اسی دوران اپنے مریدین اور متعلقین کی خبر گیری کے لئے ایک مرتبہ پاکستان بھی تشریف لائے اور مختصر عرصہ میں جہاں بھی اپنے مریدین کی موجودگی کی اطلاع ملی نفسِ نفیس وہاں پہنچے اور ان کی خبر گیری کی۔

لیکن مریدین کی جدائی اور متعلقین کی دوری نے آپ کی صحت پر بڑا برا اثر ڈالا اور آپ نے ۲۹ صفر ۱۳۷۱ھ ۲۹ نومبر ۱۹۵۱ء میں دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ مشہور عالم مولانا مظہر اللہ خان صاحب خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی نے پڑھائی اور دوجانہ و دہلی میں مقیم آپ کے مریدین نے آپ کو دوجانہ لا کر آپ کے بزرگوں کے قریب دفن کیا۔

آپ کو اپنے بزرگوں سے یک گونہ عقیدت و محبت تھی جس کی وجہ سے آپ نے قیام پاکستان پر بھی ان بزرگوں کے آستانہ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور وہیں کے ہو رہے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے مزار پر ایک انتہائی خوبصورت اور باوقار مقبرہ تعمیر کرایا جو فنِ تعمیر کا

ایک عمدہ نمونہ ہے۔

آپ کو بھی اپنے اجداد کی طرح شعروسخن سے بھی لگاؤ تھا۔ حسن تخلص کرتے تھے۔ آپ نے تھوڑا کہا لیکن خوب کہا جس میں اپنے والد ماجد کے بارے میں ایک قصیدہ بے حد نمایاں ہے۔ جسے آخر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا پیر قاری وضاحت حسن رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ والد محترم ومکرم کی پیدائش 1915ء بمطابق ۱۰ رمضان ۱۳۰۱ھ میں قلعہ رہتک میں اپنے نانا حضرت حکیم شکور الدین ؒ کے گھر میں ہوئی۔ دوجانہ میں قرآن پاک حافظ شرف الدین خان صاحب سے حفظ کیا۔ کچھ عرصہ اپنے والد محترم سے صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر روہتک جا کر اپنے دادا کے قائم کردہ مدرسہ خیر المعاد میں مولانا مرشد علی سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ ان کے مدرسہ سے علیحدگی کے بعد ان کے ساتھ اورنگ آباد، حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی چنانچہ واپس دوجانہ آگئے اور یہاں پیر طریقت حضرت مولانا حامد علی خان ؒ کے مدرسہ خیر المعاد

روہتک میں مدرس کی حیثیت سے آنے کے بعد ان کی شاگردی اختیار کی۔ آپ نے مدرسہ خیر المعاد سے ہی درس نظامی کی سند حاصل کی۔ اس دوران اپنے نانا حکیم شکور الدین ؒ سے طب کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے پھر دوجانہ آکر اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کے مطابق کھیتی باڑی کرتے رہے۔

قیام پاکستان پر اپنے والد صاحب کے حکم پر پاکستان تشریف لے آئے لیکن انتہائی بے سروسامانی کا عالم تھا کیونکہ ارادہ تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد واپس آبائی وطن چلے جائیں گے۔ لہٰذا چند پہننے کے کپڑوں اور چند برتنوں کے سوا، کچھ ساتھ نہ لائے۔

جدید تعلیم سے آگاہ نہ تھے۔ مسجد ومدرسہ میں نہ کبھی آپ کے بزرگوں نے ملازمت اختیار کی اور نہ ہی آپ نے۔ دو جوان بہنوں کا بار سر پر تھا کوئی ظاہری ذریعہ معاش نہ تھا۔ کچھ عرصہ کراچی میں اپنے بہنوئی خان بہادر نواب علی کے ہمراہ ٹھیکیداری کا کام کیا لیکن یہ کام آپ کی مرضی کے مطابق نہ تھا چنانچہ اپنے والد صاحب کی ہندوستان میں وفات کے بعد ملتان آکر بزرگوں کے سلسلہ رشد وہدایت کو جاری کیا۔ اس سلسلہ میں ملک کے طول وعرض کے دورے کئے، کئی مرتبہ اپنے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کیلئے دوجانہ (ہند) میں حاضری بھی دی۔ مزارات کی دیکھ بھال کے لئے آدمی مقرر کئے اور ان مزارات کی مرمت بھی کروائی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ مزارات آباد ہیں اور وہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی آکر اپنی حاجات پوری کرنے کیلئے دعا کرتے ہیں۔

آپ انتہائی بااخلاق، صاحب مروت اور قناعت پسند تھے نہ کوئی جائیداد بنائی، رہائشی گھر بھی کلیم فروخت کر کے بنایا۔ آپ میں انکساری اور وضع داری کوٹ کوٹ کر بھری

ہوئی تھی۔ مریدین کی دیکھ بھال خود کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو کھانا بھی خود لا کر کھلاتے۔ مہمانوں کی آمد پر خوش ہوتے اور انکے آرام و آسائش کا خصوصی اہتمام کرتے۔ کبھی کسی کے سامنے اپنی ضرورت بیان نہ کی۔ بے شمار افراد کا روحانی و جسمانی علاج کیا لیکن معاوضہ طلب نہ کیا۔ جس نے اپنی مرضی سے دے دیا وہ لے لیا۔ مریدین کی دیکھ بھال کیلئے آخری عمر تک بغیر کسی مددگار کے دور دراز کے سفر کئے۔ اپنی بیماری کے سبب بعض اوقات اپنے ساتھ پانی اور خوراک بھی ساتھ لے جاتے جسکی وجہ سے بوجھ بڑھ جاتا۔ زندگی میں کبھی قرض نہ لیا، فرمایا کرتے تھے "قرض سے بری شے کوئی نہیں، میں گوارا کرلوں گا کہ دو دن بھوکا پیاسا رہوں مگر یہ گوارہ نہیں کروں گا کہ کسی سے قرض لوں"

اولاد کیلئے جہاں بیحد شفیق تھے وہاں انکی تعلیم و تربیت کے لئے انتہائی سخت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد نے دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے اساتذہ کی انتہائی عزت کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا حامد علی خانؒ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری دیتے تھے۔ آخر عمر میں ان سے بیعت ثانی بھی کی۔ اپنے دوسرے استاد حافظ شرف الدین خان صاحب کی اولاد سے انتہائی محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ رشتہ داروں کے ساتھ انتہائی مواخانہ تعلق تھا رشتے کے مطابق حسن سلوک کرتے تھے بعض رشتہ دار عمر میں چھوٹے تھے لیکن رشتہ بڑا تھا، انکو بڑے رشتے سے ہی بلاتے۔ اپنے اسلاف سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی یہی وجہ ہے کہ والد صاحب کی وفات کے بعد مال و دولت کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کے تبرکات اور کتب پاکستان لائے۔ شریعت کے انتہائی پابند تھے اس بارے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے، جو مسئلہ ہوتا وہی بیان فرماتے۔

اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اولاد کو مال و دولت کی بجائے علم کی دولت عطا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام اولاد بشمول پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اعلیٰ تعلیم سے سرفراز ہوئیں۔ راقم الحروف نے ایم۔اے۔عربی، ایم۔اے۔اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)، بی۔ایڈ۔ اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دوسرے صاحبزادے سیّد مبشر حسن نے بی۔کام۔ کیا اور وہ محکمہ ٹیلی فون سے ریٹائر ہوئے، حج کر چکے ہیں اور ہر سال عمرہ ادا کرنے جاتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے مدثر حسن ارسلان نے پی۔ایچ۔ڈی۔ کیا دوسرے صاحبزادے مزمل حسن فرحان نے سی۔اے۔ کیا ہے۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے سیّد مہدی حسن طارق تدریسی دنیا میں ایک معروف ہستی ہیں۔ تمام پاکستان کی اساتذہ برادری آپ سے بخوبی واقف ہے۔ آپ نے اہل سنت اساتذہ کو ایک پلیٹ فارم "انجمن اساتذہ پاکستان" پر جمع کرنے میں اپنی صحت کی بھی پرواہ نہ کی، آپ ایم۔اے۔ ایم۔ایڈ۔ ہیں۔ آجکل نیو ملت ہائی سکول ممتاز آباد ملتان میں سینئر ہیڈ ماسٹر ہیں۔ آپکے صاحبزادے سیّد یوسف حسن بھی سی۔اے۔ ہیں اور مختلف غیر ممالک میں آڈٹ کیلئے جاتے رہتے ہیں۔ چوتھے صاحبزادے ڈاکٹر وجاہت حسن سلمان نیوکلیئر پلانٹ میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔

آپکی صاحبزادیاں بھی علمی میدان میں پیچھے نہ رہیں، ایک صاحبزادی جن کا انتقال ہو چکا ہے ایم۔اے۔ایم۔ایڈ۔ تھیں اور ایک سکول میں سینئر ہیڈ مسٹریس تھیں۔ دوسری صاحبزادی کی شادی جلد ہی ہوگئی تھی جسکی وجہ سے وہ زیادہ نہ پڑھ سکیں

لیکن اب وہ اپنی تعلیمی کمی پوری کر رہی ہیں۔ تیسری صاحبزادی بھی ایم۔اے۔ ہیں اور ایک مقامی سکول میں سینئر ہیڈ مسٹریس ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا کہ آپ کو اپنے اسلاف سے بیحد محبت تھی اور اس محبت وعقیدت کے اظہار کیلئے تقریباً سات آٹھ مرتبہ انکے مزارات مقدسہ پر حاضری بھی دی۔ عمر کے آخری سالوں میں پیرانہ سالی کی وجہ سے حاضری نہ دے سکے تھے، چنانچہ یہ شوق ہوا کہ ایک مرتبہ پھر مزارات پر حاضری دی جائے۔ ہم نے انکی کمزوری کو دیکھتے ہوئے انکا پاسپورٹ بنوانے میں لیت ولعل سے کام لیا۔ آپ کو پتا چلا کہ دوجانہ کے ایک پٹھان کا صاحبزادہ ملتان پاسپورٹ آفس میں افسر لگا ہوا ہے، آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے پہلے کبھی آپ کو دیکھا نہ تھا لیکن گھر میں اکثر ذکر سنا تھا۔ جب آپ نے تعارف کرایا تو وہ کھڑا ہو گیا، انتہائی عزت واکرام سے پیش آیا آپ نے مدعا ظاہر کیا، اگرچہ اسوقت پاسپورٹ بنوانا آسان نہ تھا لیکن اس نے چند دنوں میں پاسپورٹ بنوادیا۔ اب آپ نے مجھ سے اصرار کیا کہ ویزا لگوادوں۔ میں ویزا لگوانے اسلام آباد گیا، ویزا کیلئے درخواست گزاری، انٹرویو کے وقت انٹرویو لینے والے نے اعتراض کیا کہ ویزا لینے والا خود آئے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ ضعیف ہیں سفر کرنا آسان نہیں تو اس نے کہا پھر ہندوستان کیسے جائیں گے۔ میں نے جواب دیا وہاں ان کے بزرگ ہیں وہ خود ان کو سنبھال لیں گے۔ وہاں پر موجود ایک دوسرے ہندو افسر نے پوچھا کہ کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا کہ دوجانہ جانا ہے۔ وہ اچھل پڑا، اور کہنے لگا میں بھی اسی علاقے کا رہنے والا ہوں اور ان کے بزرگوں کے مزارات کی میں نے بھی زیارت کی ہے۔ میرے گھر کے تمام

افراد کو جب بھی کوئی حاجت ہوتی ہے تو وہ مزار پر جا کر مرادیں مانگتے ہیں تو پوری ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ویزا مل گیا۔ جب میں ویزا لیکر واپس آیا تو فرمایا، رمضان آنے والا ہے، رمضان کے بعد دیکھیں گے۔ رمضان کے بعد آپ نے ہندوستان جانے کی تیاری شروع کر دی۔ لیکن اس اثناء میں چھوٹے بھائی ڈاکٹر وجاہت حسن سلمان نے حج کا ویزا بھیج دیا فرمانے لگے اب تو سب سے بڑی سرکار نے یاد کیا ہے، چنانچہ حج کی تیاری کر لی۔ ہم فکرمند تھے کہ یہ اس ضعیفی و پیرانہ سالی میں حج کے مناسک کیسے ادا کر سکیں گے لیکن جس ہستی نے آپ کو بلایا تھا اس نے تمام منازل آسان کر دیں۔ حج کی ادائیگی کے بعد تمام مریدین کے پاس چل کر گئے ان کو تبرکات تقسیم کئے اب پھر تقاضا ہوا کہ میرا ہندوستان کا ویزا لگوادو، لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔

25 دسمبر 1989ء کو والدہ سے کہا کہ میرے پیٹ میں کچھ تکلیف ہے، کھچڑی پکادو۔ خود دہی لینے بازار چلے گئے۔ رات کی بارش کی وجہ سے کیچڑ بھی ہو رہی تھی، والدہ نے کہا بھی کہ میں کسی بچے سے دہی منگوادیتی ہوں لیکن نہ مانے۔ واپسی پر گھر کے ساتھ ہی پھسلن تھی وہاں پاؤں پھسلا، چند محلہ دار اٹھا کر گھر لائے گھر میں کوئی مرد نہ تھا والدہ نے کسی کے ذریعے مجھے بلوایا۔ میں نے ڈاکٹر کو دکھایا اس نے بتایا کہ کولہے کی ہڈی پر ضرب آئی ہے، نشتر ہسپتال لے گئے۔ چار روز بالکل ہوش میں رہے، تمام وصیتیں اور نصیحتیں کیں اور فرمایا اب میں نہیں بچوں گا، میرے بزرگ مجھے ہمیشہ کے لئے بلا رہے ہیں۔ آخر تین روز بے ہوش رہ کر آپ نے بروز سوموار یکم جنوری 1990ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ داعی اجل کو لبیک کیا۔ آپ کے جنازہ میں بے انتہا اژدہام تھا

جسکو بھی پتا چلا وہ بھاگتا ہوا چلا آیا آپکی وصیت کے مطابق آپ کو اپنے بنائے ہوئے ایک مکان میں دفن کیا گیا، جہاں پر اب آپ کا مزار زیر تعمیر ہے اور دور دراز سے لوگ آکر فیض حاصل کرتے ہیں۔ اور ہر سال آپکے آستانہ پر ہی عرس کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔

از سیّد احمد حسّان

پروفیسر حافظ صباحت حسن

سلسلہ حافظیہ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین 6 فروری 1943ء کو دوجانہ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کراچی اور ملتان میں حاصل کی، قرآن پاک نابینا قاری عبدالغنی سے حفظ کیا۔ درس نظامی کی ابتداء تا انتہا کتب پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا حامد علی خانؒ سے پڑھیں لیکن دورہ حدیث، مدرسہ انوار العلوم ملتان سے کیا اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ اس دوران آپکے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد شریف اور مفتی مسعود علی قادری شامل تھے۔ چند اسباق غزالیٔ دوراں مولانا احمد سعید کاظمیؒ سے پڑھے اسی دوران فاضل عربی، میٹرک اور ایف۔ اے۔ پرائیویٹ

طور پر کیا۔ گریجویشن گورنمنٹ ایمرسن کالج سے کیا۔ پھر ایم۔ اے۔ عربی یونیورسٹی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں کیا۔ ابتداء میں کچھ عرصہ محکمہ آثار قدیمہ میں بھی ملازمت کی لیکن طبعی رجحان تدریس کی جانب تھا۔ چنانچہ 1975ء میں محکمہ تعلیم میں بطور لیکچرر عربی شمولیت اختیار کی، دوران ملازمت ایم۔ اے۔ اسلامیات کیا اور ملتان یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ دوران ملازمت کافی عرصہ شجاع آباد میں گزارا پھر اس وقت کے گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اب موجودہ یونیورسٹی آف ایجوکیشن میں آپ کا تبادلہ ہو گیا اور 2003ء میں آپ کی ریٹائرمنٹ ہوئی۔ اس دوران آپ نے کالج میں درس قرآن کا باقاعدہ روزانہ انتظام کیا، جو آپ کے ریٹائرمنٹ تک جاری رہا اور بعد میں ختم ہو گیا۔ آپ کے والد محترم نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا، چنانچہ انکی وفات کے بعد ملازمت کے ساتھ ساتھ مریدین کی رشد و ہدایت اور روحانی علاج کو بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آپ نے بھی اپنے اسلاف کی طرح کبھی بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا۔ کرائے کے مکان میں رہے مگر اپنی انا کو مجروح نہ ہونے دیا۔ قبلہ دادا صاحب کے مزار کی تعمیر بھی جاری رکھے ہوئے ہیں، جہاں ہر سال باقاعدگی سے بڑے آب و تاب کے ساتھ سالانہ عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوتی ہے جس میں شرکاء کی تعداد دن بدن روبہ ترقی ہے۔ دور دور سے عشاق اپنی روحانی پیاس بجھانے آتے ہیں۔ ہمیشہ رزق حلال کو ترجیح دی۔ ملازمت کا تمام عرصہ بے عیب اور باعزت گزارا، یونیورسٹی اور بورڈ کے امتحانات اور پرچوں کی چیکنگ کے دوران کبھی بھی کوئی آپ کو غلط راستہ پر نہ چلا سکا جسکی

وجہ سے اب بھی بورڈ اور یونیورسٹی میں آپ کا نام انتہائی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بورڈ کا سیکریسی کا کام جزوقتی طور پر کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

آپ کی اولاد میں راقم الحروف کے علاوہ ایک اور صاحبزادے حسن نعمان امریکہ میں مقیم ہیں۔دو بیٹیاں ہیں،تمام اولاد اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہے آپ عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اب حج ادا کرنے کی تمنا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب پر آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔آمین۔۔۔

نعتیہ کلام

حضرت مولانا قاری سید حسن شبر علیہ الرحمۃ

نعت مولانا مولوی قاری سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ

دل ناداں جو عشق مصطفیٰؐ میں جلا ہوتا
مثال شمع روشن نور باطن سے ہوا ہوتا

اڑا کر خاک لیجاتی میری شہر مدینہ تک
قیامت تک ترا احسان مجھ پر اے صبا ہوتا

بسنگ استانہ جبہ سائی میں کیا کرتا
جو قسمت میں میرے یہہ رتبہ عالی لکھا ہوتا

مدینہ پاک کی گلیوں میں مرجاتا یہہ حسرت تھی
وہاں کے رہنے والوں کی سدا میں خاک پا ہوتا

نہ کھلتا لا الہ اور نہ الا اللہ کچھ ہم پر
محمدؐ ہیں رسول اللہ نہ جب تک یہہ پتا ہوتا

نہ ہوتے آدم و جن و ملائک حور و غلمان کچھ
اگر پیدا نہ وہ محبوب حق نور خدا ہوتا

شہ لولاک کو پیدا نہ کرتا گر خدا اے دل
نہ تو ہوتا نہ میں ہوتا نہ یہہ عالم بپا ہوتا

نہ اگلے انبیاؤں کی نبوت کا چمن کھلتا
نسیم فیض احمد کا نہ جھونکا گر لگا ہوتا

نہ لاتے تاب موسیٰ کی طرح یوسف بھی غش کھاتے
جو اس محبوب رب شمس الضحیٰ کا سامنا ہوتا

اگر پھر میں پہنچ جاتا رسول پاک کے در تک
تو اے پیر فلک اس میں ترا نقصان کیا ہوتا

مجھے کوئے محمدؐ کا نہ ملتا راستہ ہر گز
محمد حافظ الدین گر نہ میرا رہنما ہوتا

پہنچتی ساحل مقصد پہ کشتی کب بھلا میری
اگر یہ مرشد کامل نہ میرا نا خدا ہوتا

گزرتا لامکاں تک کون حضرت کے ہوا قاریؔ
وہیں سے خاک پر گرتا جو کوئی دوسرا ہوتا

کیا روز ازل گرم تھا بازار ہمارا
احمد کو کیا حق نے خریدار ہمارا

اسباب سے تسکین ہمیں حشر میں ہوگی
ہے ختم رسل شافع مختار ہمارا

تو خیر رسل خیر امم تیری باعث
اے صل علے طالع بیدار ہمارا

وہ رتبہ ہمیں بخشے دیا تیرے سبب سے
ہر ایک پیمبر تھا طلب گار ہمارا

محشر کی عدالت میں شہا تیری وکالت
کافی ہے ہمیں کوئی لے اظہار ہمارا

کہدینا نکیرین سے مرقد میں نہ چھیڑو
مر مر کے ابھی سویا ہے بیمار ہمارا

اے رحمت عالم نہیں خبر آپکی کوئی
فریاد رس و مونس غمخوار ہمارا

للہ مدینہ میں مجھے اب تو بلالو
دل ہند کے رہنے سے بیزار ہمارا

ہوجائے کرم اب تو نہیں ہجر کی طاقت
بے چین ہے مدت سے دل زار ہمارا

یہ دوری و مجبوری و فرقت کی بلائیں
سہنے سے ہوا سینہ شرر بار ہمارا

آجائے کہیں موت نہ اس حسرت و غم میں
دن رات بڑھا جاتا ہے آزار ہمارا

قاریؔ انہیں آجائے گا واللہ ابھی رحم
سن لیں وہ اگر حال افگار ہمارا

سب کا والی و مولا ہمارا نبیؐ
دین و دنیا کا دولہا ہمارا نبیؐ
اُس کے القاب ہیں مصطفیٰؐ مجتبیٰؐ
سارے نبیوں سے بالا ہمارا نبیؐ
کُل خدائی فدائی ہے اُس شاہ کی
دونوں عالم کا پیارا ہمارا نبیؐ
یہاں بھی بگڑوں کا ساتھی ہمارا رسولؐ
وہاں سب کا سہارا ہمارا نبیؐ
پار لیجائے گا حشر میں دیکھنا
اگلے پچھلوں کا بیڑا ہمارا نبیؐ
برگزیدہ خدا کے ہیں سب انبیاء
پر ہے محبوب حق کا ہمارا نبیؐ
شاہ ملکِ قدم سرورِ دو جہان
تاج لوٗ لاک والا ہمارا نبیؐ
سروٗ باغ ازل نور بہار
رنگ سدرہٗ و طوبٰی ہمارا نبیؐ

مرحبا مرحبا سید انس و جان
بزم ارائے اسرٰے ہمارا نبیؐ
وہاں تو موسیٰ کو تھا طور ہی عروج
عرش اعلیٰ پہ پہنچا ہمارا نبیؐ
پتہ پتہ یہ جو بن ہے گلزار میں
نضرت افزا ہے کیا کیا ہمارا نبیؐ
کون ہوتا نبی الرسل دوسرا
ہے نبی انبیا کا ہمارا نبیؐ
قارؔی جلوہ خدا کا نظر آ گیا
جبکہ دُنیا میں آیا ہمارا نبیؐ

نہیں ادراک ممکن جس طرح حق کی حقیقت کا
وہی عقدہ ہے لاینحل میرے حضرت کی عظمت کا
قرب مایہ ہے تیرا ظہور اللہ کی صنعت کا
نشان دیتا ہے ہر ہر عضوا سکی شان قدرت کا
مدینہ کا سافقہ گر نہ ہوتا باغ جنت کا
قرینہ تھا نہ کوئی حوریوںکی وان اقامت کا

رہا تھا بزم بالا کو نہ یارا تیری فرقت کا
شب معراج میں چمکا ستارا اُن کی قسمت کا

وہ باب قصر ہے شاہا تیرے ایوان حرمت کا
جہاں سر فخر سے جھکتا ہے سر ارباب دولت کا

تو کیوں طالب ہے اے عامل وظائف اور عزیمت کا
جسے چاہے مسخر کر عمل مت چھوڑ سنت کا

ترا وقت ولادت تھا نہ تھا ہنگامہ دعوت کا
تزلزل پڑ گیا کسرے میں بھلے تیری سمت کا

سر گنبد کلس ہے یا علم ہے حق کی حجت کا
برآمد سر ہے یا قبہ ہے یہ شمع شریعت کا

مدینہ کا حرم اگر ذرا تو دیکھے جا رضوان
اگر دعوا ہے کچھ جنت کی تجھکو زیب و زینت کا

لکھا تھا حق نے طغرا آپ کی مہر نبوت می
امامت کا نبوت کا رسالت کا شفاعت کا

دیا طمغا خدا نے آپکے چاروں خلیفوں کو
صداقت کا عدالت کا سخاوت کا ولایت کا

سنہری جو کلس ہے گنبد خضرائے عالی کا
پڑا خورشید تاباں میں ہے پرتو اسکی صفرت کا

نمائش گاہ محشر میں مزین کرکے حق تجھ کو
ہمہ عالم کو دکھلائے گا عالم تیری صورت کا

قُل اِنْ کُنْتُمْ سے ثابت شان محبوبی ہے حضرت کی
اطاعت آپ کی اثبات ہے حق کی محبت کا

جو توحید ورسالت کا علاقہ ہے بہم واللہ
وہی ہے رابطہ بیشک شریعت اور طریقت کا

بجا ہے دو جہاں میں ہو ہماری ناز بردار
کہ نسبت ہے ہمیں تجھ سے لقب ہے خیر امت کا

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
تیری ذات مقدس ہے معما نور وحدت کا

جو ہیں مدحت سرا قرآں نبی کا ہفت کشور میں
ہُوا ہوں اس لئے قارؔی بن حافظ ہفت قرأت کا

جو ہیں داماں شہِ ابرار کے سایہ تلے
ہیں وہ بیشک رحمت غفار کے سایا تلے

قاتلِ کفار ہیں جو جان نثاران نبیؐ
جنت بدال اُن کی ہے تلوار کے سایہ تلے

وقت میلادِ نبی روشن ہوئے ارض و سما
نور پیدا تھا درو دیوار کے سایہ تلے

سایہ طوبیٰ کی کیا خواہش اُسے میرے نبیؐ
جو کہ بیٹھا آپکی دیوار کے سایہ تلے

عرق تھا اسطرح وقت جنبش میں جبیں
در ہیں گویا موج کی رفتار کے سایہ تلے

ہو حیاتِ دو جہاں حاصل اُسے مصطفےٰؐ
دفن ہوں گر آپکی دیوار کے سایہ تلے

ہو گئے فخرِ سلیمان و سکندر بس وہ لوگ
جو کہ گذرے آپکی دیوار کے سایہ تلے

یوں نمایاں تھی مژہ سے چشم اکحل مومو
گل کھلا ہے گویا ہر ہر خار کے سایہ تلے

ہے مثال گل شگفتہ دل دو عالم میں وہی
جو ہے عشق نبی کے خار کے سایہ تلے

بینیٔ انور تھی زیرِ ابروئے پیوستہ یوں
برق ہو جیسے مہ خمدار کے سایہ تلے

حضرت صدیق و فاروق اور عثمان و علی
قاریؔ خستہ ہے ان چار کے سایہ تلے

پاس ہی میرے خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
نحن اقرب میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں جہاں تھا وہیں اللہ تھا انجان رہا
اسقدر رتبہ مرا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بر سر دار ملا یار یہ بولا منصور
حق یہیں جلوہ نما تھا مجھے معلوم نہ تھا

پیدا ہوتے ہی نہ روتا نہ کھاتا میں حریص
رزق چھاتی میں بھرا تھا مجھے معلوم نہ تھا

خَرَّ مُوسیٰ صَعِقًا کی نہ اٹھا تا وقت
لَن تَرَانِی میں مزا تھا مجھے معلوم نہ تھا

تھا جو محبوب خدا سرور دو عالم
جلوۂ نور خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اپنے اللہ سے کم اور زیادہ سب سے
کل خدائی سے جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

حکم موسیٰ کو یہ وادی میں تھا فاخلع نعلیک
شوق یہ بول رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اور معراج کی شب عرش پہ وہ ختم رسل
بس معہ کفش گیا تھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

واہ واصل علے شان رسول عربی
شاہد رب علا تھا مجھے معلوم نہ تھا

جو نہ اس بزم میں آیگا کہے گا آخر
قاریؔ یاں نغمہ سرا تھا مجھے معلوم نہ تھا

صانع قدرت نے وہ صورت بنائی آپ کی
عالم امکان میں پھر ھیئت نہ آئی آپ کی

منتخب لاثانی و بے مثل و ختم الرسل
کیا ہو ان دو چار لفظوں سے بڑائی آپ کی

ہاں سراپا آپکا قرآن ہے دیوان مدح
حق نے کیا کیا اس میں کی مدحت سرائی آپ کی

راہ سے لے تا جاہی شش جہت میں نور تھا
خیر مقدم جب ہوئی جلوہ نمائی آپ کی

منحصر اس خرامت پر نہیں یا مصطفےٰ
حشر میں دیگی ہر ایک اُمت دہائی آپ کی

باندھینگے رحمت کے سہرے کھولینگے زنجیر حرم
زلف مشکیں حشر میں جب دے دکھائی آپ کی

بھاری ہو جائے گا رہنا عاشقوں کو خلد میں
رشک جنت وہ گلی گر یاد آئی آپ کی

دست بر دل جب ہوں سب روز جزا یا مصطفےٰ
رنگ دکھلائے گی وان مشکل کشائی آپ کی

طور پر تھا موسیٰ لن ترانی کا جواب
حق نے خود یاں عرش پر محفل جمائی آپ کی

کیا شب اسرائے کیا اللہ نے سامان وصل
سلسلہ جنباں ہوئی جب دلبرائی آپ کی

آپ اقصیٰ میں ہوئے جسدم امام المرسلین
کھل گئی اُس وقت سان مجتبائی آپ کی

کون تھا محبوب حق کس کو ہوا ایسا عروج
لامکاں سے اور بالا ہے رسائی آپ کی
قاری عاجز کو کیا کہتے نبی اس کے سوا
آپ ہیں بھر خدا اور کل خدائی آپ کی

جو رتبہ کہ آپنے پایا ہے کوئی اور وہ پانا کیا جانے
اور جن کو خدانے پڑھایا ہے کوئی انکو پڑھانا کیا جانے
گو آپ نبی امی ہیں پر صاحب علم لدنی ہیں
اور مبلغ حکمت کلی ہیں کوئی انکا فسانہ کیا جانے
جو تجھ پہ فدا ہو بعشق اتم بہتری دید کا شوق اسکو ہو بہم
اور آنکھیں بچھائے زیر قدم وہ فرش بچھانا کیا جانے
جو بلبل گلشن یثرب ہے وہ عاشق غنچۂ وگل کب ہے
شیدائے مدینہ بدل جب ہے وہ اور ٹھکانا کیا جانے
اے ختم رسل اے فخر امم اے فیض رسا اے ابر نعم
جز تیرے کوئی اے بحر کرم کوثر کا بلانا کیا جانے
آدم سے لگا تا عیسیٰ سبھی حشر میں کہیں نفسی نفسی
پر تیرے سوااے میرے نبی کوئی حق سے ملانا کیا جانے

ہیں آپ ہی سرور ہر دوسرا ہیں آپ ہی مالک روز جزا
ہیں جسکے شفیع حبیب خدا وہ خوف کا کھانا کیا جانے
محشر میں ہر ایک کو بچائینگے دوزخ سے امان دلائینگے
جس طرح کہ آپ چھڑائینگے کوئی اور چھڑانا کیا جانے
اللہ ہی تیرا عز وعلا ہے قول فرشتی بول رہا ہے
محبوب خدا کا غیر خدا کوئی ناز اٹھانا کیا جانے
کوئی طور کا جلوہ دیکھ آیا کوئی چوتھے سما تک جا پہنچا
مثل تیرے اے صدر علا کوئی اور آنا جانا کیا جانے
گو آدم ثانی نوح ہوئے پر اپنی ہی کشتی لے کے ترے
کونین کا بیڑا غیر تیرے کوئی پار لگانا کیا جانے
کوئی لایا زبور انجیل کوئی توریت کتاب کسی کو ملی
پر تیرے سوا کوئی اور نبی قرآن کا لانا کیا جانے
گو محفل مدح میں نغمہ سرا ہیں اور ہزاروں خوش لہجہ
پر لطف فزا کوئی قاری سا یاں نعت سنانا کیا جانے

آساں کچھ نہیں ہے کہ قرب خدا ملے
پر اصل ہے یہ بات اگر مصطفیٰ ملے

داعی ملے شفیع ملے رہنما ملے
کیسے رسولؐ ہم کو حاجت روا ملے

سمجھیں گے ہم کہ آج سلیمان سے جا ملے
گونجے کا اُنکے ہم سے جو کوئی گدا ملے

دیکھو تو میرے طالع بیدار کا عروج
سوتے میں آج مجھ سے حبیب خدا ملے

اگلی سب امتوں کو ملے انبیاء مگر
دیکھو ہمیں کہ ہمکو شہ انبیاء ملے

شان خداؤ نور خدا مظہر خدا
ایسے رسول کس کو ہمارے سوا ملے

یارب تیری جناب سے کچھ ملا اگر
عشق نبی کا دل کو میرے ولولہ ملے

بعد از خدا ہمارے پیمبر سا کوئی بھی
ممکن نہیں خدا کی قسم دوسرا ہے

اے خار دشت طیبہ نکر دیر الغیاث
تلوا کھجا رہا ہے مرا کچھ صلا ملے

سودا ہے سر میں عشق محمد کا رات دن
دل کو ہمیشہ درد نبی کی غذا ملے
کیوں در بدر وہ خاک اُڑاتا پھرے حضور
گر باہوں کو آپ کی کچھ خاک پا ملے
جاگیر دو جہان بھی کیا مال ہے اگر
شہر رسول پاک میں بستر کی جا ملے
قاری کی آبرو ہے تیرے ہاتھ یا رسولؐ
اعمال نامہ حشر میں جب بر ملا ملے

ہر دم ہے دل میں یاد پیمبر لگی ہوئی
تا حشر رکھیو خالق اکبر لگی ہوئی
درد نبی کی بے کلی ہے جانکو رات دن
خوش قسمتی سے میرے برابر لگی ہوئی
ٹھنڈک میرے کلیجہ میں اس بات سے پڑی
عشق نبی کی آگ ہے اندر لگی ہوئی
چھوڑا ہے حق نے آپ کی مرضی پہ جزو کل
دونوں جہاں کی آس ہے تم پر لگی ہوئی

حور و قصور خلد کو زاہد ہے تک رہا
اپنی نظر ہے طیبہ کے اوپر لگی ہوئی

آدم سے قبل عالم ملکوت میں خبر
تھی آمد حضور کی گھر گھر لگی ہوئی

موسیٰ نہ میں ہوں اور مدینہ نہ طور ہے
کیوں لوح لن ترانی ہے در پر لگی ہوئی

اے آفتاب حشر طپیدن سے در گذر
ہے یاں سبیل ساقی کوثر لگی ہوئی

محتاج ظل عرش نہ طوبیٰ ہیں امتی
چھتری ہے تیرے کملی کی سر پر لگی ہوئی

جلوہ فگن ہو عرش پہ جب حشر میں خدا
کرسی ہو آپ کی یہی برابر لگی ہوئی

قاری کی آرزو ہے کہ محشر میں یا خدا
سرکار کی نظر ہو ہر گدا پر لگی ہوئی

سراپا دلربا ہے حق نما صورت محمدؐ کی
کہ آپ ہی دیکھتا ہے خود خدا صورت محمدؐ کی

خریدا ماہ کنعاں کو عزیز مصر نے لیکن
ہوئی ساری خدائی سے نہ یاں قیمت محمدؐ کی

ولی کی اور اوادنیٰ کی جب وصلت ہوئی حاصل
کہا وحدت نے ہے صورت مری صورت محمدؐ کی

ہو الاوّل ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
ازل سے تا ابد ہوگی یہی مدحت محمدؐ کی

اٹھا جب میم کا پردہ عجب جلوہ نظر آیا
کہ جو کچھ سرّ وحدت تھا وہ تھی وحدت محمدؐ کی

نہ دنیا سے مجھے مطلب نہ جنت کی مجھے خواہش
نہ مانگوں میں خدا سے کچھ مگر الفت محمدؐ کی

نشان بے نشان پایا سراغ لا مکاں پایا
کہ پائی جس نے اے قاری ذرا صحبت محمدؐ کی

حسن و جمال احمد شیدا بنا رہا ہے
نور احد کا جلوہ ہمکو دکھا رہا ہے

آنکھوں میں نور تجھ سے آباد خانۂ دل
جان کو سرور تیرا ہر دم بڑھا رہا ہے

غنچہ میں بو ہے تیری ہر گل میں رنگ تیرا
بلبل کو آہ نالہ تو ہی سکھا رہا ہے

بن ٹھن عرب کا دولہا معراج کو گیا جب
رضوان سے بولیں حوریں یہہ کون آرہا ہے

اے جذبۂ محبت طرفہ ہے شان تیری
خالق بلا رہا ہے محبوب جا رہا ہے

محشر میں ہو گا شہرا جاؤ قریب احمد
خاص آج اُسی کا مولا یاں ناز اُٹھا رہا ہے

فرمائے گا خدا یوں دوڑو ہمارا یار
پیاسوں کو جام کوثر بھر بھر پلا رہا ہے

ہے یہہ طفیل تیرا کہتی ہیں ہمکو حوریں
جنت کھلی ہے چلئے رضوان بلا رہا ہے

گو اے نبی رحمت ہم ہیں نہ اسکے قابل
لیکن کرم تمہارا ہم پر صدا رہا ہے

دل وجان دے چکا ہوں اور ہوں غلام بے زر
پھر کیوں مجھ سے پردہ اب اور کیا رہا ہے

اے سرور دو عالم فریاد اب تو سن لو
فرقت کے سخت صدمے قادری اٹھا رہا ہے

رنگین رنگ وحدت خوش رنگ رنگ رنگدے
مٹ جائے داغ کثرت خوش رنگ رنگ رنگدے

اے سالک طریقت اے رہبر حقیقت
اے حافظ شریعت خوش رنگ رنگ رنگدے

دنیا کا مال و حشمت درکار ہے نہ دولت
پر اے ولی نعمت خوش رنگ رنگ رنگدے

اس نفس نے ڈبویا شیطان نے پانی پھیرا
بے آب اب ہے صورت خوش رنگ رنگ رنگدے

وہ رنگ و آب اے گل کو حجاب آئے
اپنی بسا کے نکہت خوش رنگ رنگ رنگدے

عالم اڑا رہا ہے تیرا گلال عرفان
اب ہے ہماری نوبت خوش رنگ رنگ رنگدے

فیضان حق کی اپنی در پر چڑھی ہے تیرے
حاضر ہیں اہل قسمت خوش رنگ رنگ رنگدے

دے ڈوب خوب گہرا چھلکے ہوں رنگ سارے
اپنی چڑھا کے رنگت خوش رنگ رنگ رنگدے

اب دور آخری ہے دنیا نچڑ رہی ہے
باقی ہیں پست ہمت خوش رنگ رنگ رنگدے

دھل جائے میل عصیان کھل جائے راز عرفان
اے پاک وصاف سیرت خوش رنگ رنگ رنگدے

حافظ پیا خدارا مجھ پر بھی ایک چھینٹا
دیکر بفیض صحبت خوش رنگ رنگ رنگدے

بھر دے وہ جام احمر ہوں سرخرو میں پی کر
کافور ہو کدورت خوش رنگ رنگ رنگدے

آوس ارغوانی مے کا ساقی پلا دے بادہ
اترے نہ تا قیامت خوش رنگ رنگ رنگدے

آنکھوں میں تو سمائے کوئی نظر نہ آوے
ہو انجمن میں خلوت خوش رنگ رنگ رنگدے

مدہوش و مست کردے اپنا ہی رنگ بھر دے
قاری کو دے نہ مہلت خوش رنگ رنگ رنگدے

سرد آہوں سے کبھی اپنی بجھا جاتا ہوں
سوز یہاں سے کبھی اپنے جلا جاتا ہوں

ہوں گراں بار بھر گام گھرا جاتا ہوں
المدد اے مرے مولا میں رہا جاتا ہوں

لے اڑے جذبۂ دل مجھکو مدینہ دیکھیں
پہلے تو یا کہ میں اے باد صبا جاتا ہوں

سر پہ لیتے ہیں مجھے خار مغیلان عرب
دشت طیبہ کی طرف برہنہ پا جاتا ہوں

بزم موئی میں میں انگشت نما خواب ہوا
اُمتی آپ کا جس دن سے کہا جاتا ہوں

مرگ شادی ہوا گو مجھے دیدار رسول
نام لو ان کا ابھی زندہ ہو جاتا ہوں

جب بیان کرتا ہوں قاری میں سراپائے حضور
ماہ کنعان دن تارے دکھا جاتا ہوں

نہ بچپن میں خیرالوری کھیلتے تھے نہ طفلی میں وہ رہنما کھیلتے تھے

نہ لڑکوں میں شمس الضحیٰ کھیلتے تھے ۔ نہ بچوں میں بدر الدجیٰ کھیلتے تھے
خدا کی طرف لو لگائے ہوئے تھے ۔ نہ تھا لہو جو مصطفیٰ کھیلتے تھے
جو تھا لہو انکا خدا کی نہیں باتیں ۔ عجب کھیل کہف الوریٰ کھیلتے تھے
کھلاتے تھے حضرت کو جبریل آکر ۔ وہی کھیل جو انبیا کھیلتے تھے
ادھر شان حق کا تھا طرفہ تماشا ۔ جدھر کو حبیب خدا کھیلتے تھے
ملائک انہیں گھیرے رہتے تھے ہردم ۔ تو جبریل جھولا جھلا کھیلتے تھے
اشارے سے انگلی کے تھا چاند چلتا ۔ عجب شان سے مہ لقا کھیلتے تھے
بتوں کو بھی کلمہ پڑھا کر کے چھوڑا ۔ یہ بازی مرے پیشوا کھیلتے تھے
خدا سے تھیں باتیں محبت کی گھاتیں ۔ تو کیا جانے قاریؔ وہ کیا کھیلتے تھے

اے مرحبا صل علےٰ تمکو مبارک آمنہ
پیدا ہوئے خیرالوریٰ تمکو مبارک آمنہ
ہے نور حق جلوہ گر دنیا میں اسلام گھر گھر
سارا جہاں روشن ہوا تمکو مبارک آمنہ
پیدا ہوا وہ یتیم من وصفہ "خُلق" عظیم
ایسا نہ دیکھا اور سنا تمکو مبارک آمنہ

ڈھونڈیں اگر ہے دوسرا ایسا نہ پائیں دوسرا
یکتا پیارا لاڈلا تمکو مبارک آمنہ
پیدا ہوئے ختم الرسل اور ہادی خیر السبل
دونوں جہاں کا پیشوا تمکو مبارک آمنہ
دونوں جہاں میں دھوم ہے کون و مکاں میں دھوم
شادی ہے رچی جا بجا تمکو مبارک آمنہ
محبوب حق پیدا ہوا ، مطلوب حق پیدا ہوا
سب کے دلوں کا مدعا تمکو مبارک آمنہ
محو طرب ہیں سر بسر حور و ملک جن و بشر
ہیں قدسیاں نغمہ سرا تمکو مبارک آمنہ
میم ایک احد میں تھا چھپا ظاہر ہوا احمد بنا
کیسا گل وحدت کھلا تمکو مبارک آمنہ
حوریں کھڑی ہیں ایک طرف یکجا ملائک صف بہ صف
کرتے ہیں یہ مجرا ادا تمکو مبارک آمنہ
شاہ عرب پیدا ہوا مکہ کا والی گیا
دولہا عروس کعبہ کا تمکو مبارک آمنہ

شہر مدینہ کا فخر شان خدا خیر البشر
یعنی محمدؐ مصطفےٰ تمکو مبارک آمنہ

یہہ نور بہار کن فکاں یہہ شہریار دوجہان
یہہ شافع روز جزا تمکو مبارک آمنہ

آدم کا یہہ نور نظر، حوّا کا یہہ لخت جگر
یہہ مہ لقا شمس الضحیٰ تمکو مبارک آمنہ

داؤد کا علم و کرم حضرت سلیمان کا حشم
اور نوح کا یہہ نا خدا تمکو مبارک آمنہ

یعقوب کا نورالبصر یوسف کا نقد حسن و فر
یہہ سرور نار انبیاء تمکو مبارک آمنہ

فخر ابراہیم و شعیب یہہ مژدۂ عیسےٰ مسیح
موسیٰ کا عالی مُحکا تمکو مبارک آمنہ

ساری خدائی جدا سب سے بڑا بعد از خدا
مختار کل ارض و سما تمکو مبارک آمنہ

ذی مدحت بجد و عد یہہ سایہ احد الصمد
بیٹا تمہارا یہہ ہوا تمکو مبارک آمنہ

شکر خدا ہر دم کریں ایسا نبی بخشا ہمیں
ہمکو مبارک اور سدا تمکو مبارک آمنہ

شور مبارک باد ہے ہر ذی نفس دلشاد ہے
کہتا ہے قاری سر جھکا تمکو مبارک آمنہ

یہہ ہے اپنا اپنا مقدر حلیمہ — پیئے دودھ تیرا پیمبر حلیمہ
تھی ساری خدائی کو جسکی تمنا — ملی تجھ کو خدمت وہ بہتر حلیمہ
بھرا دولت دین و دنیا سے دامن — محمدؐ کو آئی جو لیکر حلیمہ
سلیمان و دارا سکندر سے بیشک — ہے اسوقت دنیا میں بڑھکر حلیمہ
کہیں تجھ کو برج سعادت تو حق ہے — تری بر میں ہے ماہ انور حلیمہ
تجھے کچھ خبر تھی نہ اسکا گمان تھا — کہ یوں ہوگی تو سب سے برتر حلیمہ
یہہ وہ غنچۂ اوّل ما خَلَق ہے — ہوا جس سے عالم معطر حلیمہ
پھلے پھولے گا رفتہ رفتہ یہاں تک — کہ ہو اس سے سرسبز گھر گھر حلیمہ
ہر ایک قوم کہتی تھی شاداب ہو کر — عجب لائی ہے یہہ گل تر حلیمہ
خوشا وقت و قسمت کہ ظلِ الٰہی — ترے سر پہ ہے سایہ گستر حلیمہ
بنا مرجع قدسیاں خانہ تیرا — بڑی تیری قسمت ہے یاور حلیمہ

یہی مہبط جبرائیل امین ہے — کہ قرآن نازل ہو اس پر حلیمہ
عجب اس سے اعجاز اور خرق عادت — تو دن رات دیکھے گی اکثر حلیمہ
ازل سے ابد تک ہے جس کی تجلی — وہی ہے یہہ تابندہ خاور حلیمہ
یہہ دُرِ یتیم آمنہ کا جگر ہے — پر اس کا ہر ایک دل میں ہے گھر حلیمہ
یہہ مسند نشین ولی ہو گا اکدن — ہوا ہے نہ ہو سکا ہمسر حلیمہ
اسی کو خدا عرش پر دیگا دعوت — یہہ ہے لیل اسریٰ کا خاور حلیمہ
اگرچہ یہہ ظاہر میں مثل بشر ہے — حقیقت میں ہے چیز دیگر حلیمہ
کہاں تک لکھی مدح اس شہ کی قادری — گرا منہ کے بل خامہ تھک کر حلیمہ

ہے شریعت گاہ تیرا فیض کاشانہ ہمیں
اور طریقت سیر تیرے دم سے دوجانہ ہمیں
ہاں بنا دنیاؤ مافیہا سے بیگانہ ہمیں
نشۂ وحدت سے کر لِلّٰہ مستانہ ہمیں
حاجت مے ہے نہ ہے درکار پیمانہ ہمیں

زینت آرا حسن افزا سادگی اُٹھی ہوئی
جتنا اپنے کو چھپایا اور یہی شہرت بڑھی
لن ترانی کی نفی اثبات تھی انوار کی

پردے پردے میں نمایاں ہوگئی بے پردگی
کوئی دکھلاتا ہے جلوہ بے حجابانہ ہمیں

دیکھنا ہر چیز دانا کے لئے درکار ہے
اور نظر دلبر کی شیدا کے لئے درکار ہے
جلوہ یوسف زلیخا کے لئے درکار ہے
چشم مجنوں دید لیلےٰ کے لئے درکار ہے
یاں نظر آتا ہے بت خانہ خدا خانہ ہمیں

کیف تیرا بزرگ و جاں میں بھرا ہے حافظا
وجد میں ہے ساری محفل آرہا ہے وہ مزا
تیرے متوالوں کی ہے یہہ التجا صبح و مساء
کیسا شیشہ کیسی مے کیسا سبو ساغر ہے کیا
ہو عنایت وصل کے شربت کا پیالہ ہمیں

ہے تصور تیرا دل میں تیرا نقشہ آنکھ میں
تیری قربت جاں نشیں ہے تیری فرقت کیوں کہیں
قُرب ہو یا بُعد ہو جب چاہیں تجھ کو دیکھ لیں
اوٹ ہو سکتا نہیں تو ہم جہاں چاہیں رہیں
جیسی بستی ہے نظر میں ویسا ویرانہ ہمیں

کچھ تو اس در پر ملا ہے جو ہیں اسکے پائے بند
دوڑے آتے ہیں یہاں ہر سال ہم اے درمند
ہم سے بدبین کس لئے کرتا ہے ناحق ریشخند
بے سبب صحرا نوردی کون کرتا ہے پسند
آپ خود مجنون ہے کہتا ہے جو دیوانہ ہمیں

شش جہت میں تیرا شہرا تیرا چرچا جابجا
ہر زباں پر تو ہی تو ہے تو ہی ہر دل میں بسا
ہر دل مشتاق ہیں پر تو ہے تیرا جانفزا
جس طرح دیکھا نظر آنے لگا جلوہ ترا
خانہ ٔ دل ہے ہمارا آئینہ خانہ ہمیں

تیری بخشش کا سہارا تکتی ہے ہر ایک شے
آشنا ناآشنا و بدسگال و نیک پے
تیرے الطاف وکرم سے ہوچکی یہہ بات طے
ہم گنہگاروں کو رحمت سے تیری امید ہے
خلد پہنچا دینگے انداز کریمانہ ہمیں

کار ساز اپنا ہے قادری پاک خلاق العظیم
روزوشب دیتا ہے کیا کیا نعمتیں رب الکریم

رحم کرتا ہے سدا ہم پر وہ رحمن الرحیم
ہم تو اس قابل نہ تھے پر فضل اسکا عمیم
رزق پہنچاتا ہے وہ رزاق روزانہ ہمیں

ہمیشہ وردِ دلبر ہوں میں اُس تقدیر کے فرمان
بنائے وصل جانان ہو میں اُس تدبیر کے قربان
مس جان جس سے کندن ہو میں اُس اکسیر کے قربان
بنائے رام جو دل کو تو اُس تسخیر کے قربان
مجھے جس جرم میں وی خاص پکڑیں مدعی بن کر
دل و جان سے میں ہوں سو بار اُس تقصیر کے قربان
نہیں ہوا کسی شے کا اثر تیرے مریضوں پر
غلام اے عشق ہوں تیرا تیری تاثیر کے قربان
حباب آسا فنا ہو کر بقا با لذات ہو جائے
اُڑا دے جو دوئی کا سر میں اُس شمشیر کے قربان
نہ حلقہ ماسوا کا ہو کڑی تجرید ہو جائے
کرے پابند وحدت کا میں اُس زنجیر کے قربان
دکھائی رنگ اپنا کھینچ کر تصویر غیروں کی

فدا ہوں اُس مصور کے میں اُس تصویر کے قربان
جواں مردی مجھے بخشی کہ پیروں کا کیا پیر
بھلا کیونکر کہوں قارؔی میں اپنے پیر کے قربان

اشعار دعائیہ

یہہ دُعا ہے اے مرے پروردگار   ہم پہ ہووے تیری رحمت بے شمار
دونوں عالم میں ہمیں رکھنا تو شاد   تجھ سے جو مانگیں وہ بر آوے مراد
سب ہمارے دوست خویش و اقربا   خوش رہیں دونوں جہاں میں اے خدا
محفل مولود ہے یہہ جس کے گھر   حال پر تو اُس کی یا رب فضل کر
جو مُراد اُن کی ہو کر جلدی عطا   دنیوی ہو یا کہ دینی ہو مدّعا
اور یہاں حاضر ہوں جتنے مرد و زن   دے مرادیں اُنکی ربِّ ذوالمنن
آرزو ہووے جسے اولاد کی   دے اُسے فرزند از بہر نبیؐ
سودیوں کو سود کھانے سے بچا   اور زانی سے چھڑا فعل زنا
رات دن جو رکھتے ہیں شغل شراب   چھوڑ دیں وہ جلد یہہ خوئے خراب
بے نمازی ہیں جو ربِّ بے نیاز   پنج گانہ وہ پڑھیں تیری نماز
جو نمازیں تیری پڑھتے ہیں سدا   کر قبول اُنکی عبادت اے خدا
خاص کر اب یہہ دعا بہر رسول   ہم گنہگاروں کی یا ربِّ کر قبول

صدقہ اپنی کل صفات اور ذات کا   دفع کر دے یہاں سے طاغوتی بلا
اور طفیل انبیاؤ مرسلین   بہر صدیقین و بہر صالحین
کل شہیدوں اولیاؤں کے طفیل   اپنے سارے اتقیاؤں کے طفیل
خاص کر بہر محمدؐ مصطفٰے   دور کر سب سے مرض طاعون کا
جو کہ ہیں اب اس مرض میں مبتلا   فضل کر اُن پر کہ دے اُن کو شفا
اے کریم و خالق کون و مکاں   رحم کر ہو سب جگہ امن و امان
تیری رحمت کی ہوا ایسی چلے   عافیت ہو اور ہر ایک پھولے پھلے
اپنی رحمت کا ادھر رخ موڑ دے   جو کہ اس طاعون کا سر پھوڑ دے
کوئی بیماری ہو، اے میرے خدا   اُس سے سب کو اپنی رحمت سے بچا
چین و آرام و راحت ہو نصیب   یا کریم و یا سمیع و یا مجیب
کام تیرا کوئی بے حکمت نہیں   پر ہمیں برداشت کی طاقت نہیں
ہم کو صبر و استقامت بخش تو   دین و دنیا کی نعمت بخش تو
کوئی تجھ جیسا نہیں تیرے سوا   جو ہمارے دل کا دیوے مدعا
اے خدا اے کار ساز دوجہاں   تیرے در کو چھوڑ ہم جاویں کہاں
تو ہماری مت خطا پر رکھے نگاہ   اپنے ہی فضل و عطا پر رکھ نگاہ
المدد اے پاک سبحان المدد   المدد اے میرے رحمٰن المدد
الامان اے ربِّ عالم الامان   الامان اے حق اکرم الامان

المدد اے مالک دنیاؤ دین — المدد اے خالق عرش بری
الامان اے دافع کرب و بلا — الامان اے حاکم ارض و سما
ظلم اپنے نفس پر ہم نے کیے — خواب غفلت میں پڑے سوتے رہے
رحم سے اپنے ہمیں بیدار کر — فضل سے اپنے ہمیں ہشیار کر
تو ہمیں پکڑے تو ہے یہ برمحل — انگنت ہیں بس ہمارے بد عمل
تیری رحمت کی بھی کب ہے انتہا — تو نہ بخشے گا ہمیں گر اے خدا
ہم رہیں گے پھر سدا خسران میں — بھاری ٹوٹے اور بڑے نقصان میں
ناؤ ڈوبی ناؤ ڈوبی لے خبر — اے مرے غفار بیڑا پار کر
قاری عاصی کی یہ ساری دعا — کر قبول اے رب بجاہ مصطفٰے

اشعار مرشدنا مولانا حکیم شکور الدین رحؒ قدس سرہ

سراپا حضرت مولانا محمد حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ

خندہ پیشانی سے پیش آنا تھا سیرت آپ کی
سر بسر نور مجسم تھی وہ صورت آپ کی
کوٹ کر موتی بھرے تھے اور آنکھوں میں سرور
تھی وہ پیشانی کشادہ ماہ طلعت آپ کی

گرچہ تھی چاروں طرف ریش مبارک پر تھی کم
گوری گوری کیسی پاکیزہ تھی رنگت آپ کی
دونوں رخساروں پہ دو مسے نہایت خوشنما
عام سب مخلوق پر تھی چشم شفقت آپ کی
ناک پتلی اور اونچی نور کی جیسے لو
مسکرا کر بات کرنا تھی یہ عادت آپ کی
کی نہ دل شکنی کسی کی سب سے تھی مہر وفا
باپ اور ماں سے زیادہ تھی محبت آپ کی
کامل و اکمل اگرچہ تھے نہ کھولا بھید کو
شرع کے پردوں میں پنہاں تھی ولایت آپ کی
تھا سکینت اور متانت آپکا عالی مقام
کیا کہوں اللہ اکبر استقامت آپ کی
وصل تک گو تھی بیاسی سال کی عمر شریف
پر تھی ویسی ہی سماعت اور بصارت آپ کی
دیکھ کر چہرا مبارک دور ہوتے رنج و غم
پاک کرتی تھی گناہوں سے زیارت آپ کی
اٹھ گئے حضرت محمد حافظ الدین متقی
قاری و حاجی و حافظ مولوی معنوی

اشعار بعد پیدائش

حضرت مصطفےٰ ہوئے پیدا — احمد مجتبےٰ ہوئے پیدا
کیوں نہ عالم میں ہو خوشی — ایسے اعلیٰ نبی ہوئے پیدا
وہ نبی جس سے زیب عالم کو — وہ نبی جس سے فخر آدم کو
کیوں فرشتے نہ دیں مبارکباد — اشرف الانبیا کا ہے میلاد
آج میلاد مصطفائی ہے — آج عالم میں عید آئی ہے
شاہ دنیاؤ دین ہوئے پیدا — سیّد المرسلین ہوئے پیدا
انکی تعریف انبیا نے کی — خاص جبریل اور خدا نے کی
وہ امام الہدیٰ ہوئے پیدا — وہ شفیع الوریٰ ہوئے پیدا
ان پہ رحمت خدا کی ہردم — دم سے اُن کی بہار عالم ہے
وہ حبیب خدا ہوئے پیدا — زیب ارض و سما ہوئے پیدا
سیّد انس و جاں ہوئے پیدا — رہنمائے جہاں ہوئے پیدا
وہ شفیع الامم ہوئے پیدا — وہ جمیل الشیم ہوئے پیدا

مرثیہ از قاری سیّد حسنؒ در شان

حضرت مولانا محمد حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ

کس لئے ہر ایک دل سے ولولہ جاتا رہا
کیوں طبیعت بجھ گئی سب حوصلہ جاتا رہا

اس برس ہر بات کا کیوں اٹھ گیا دل سے سرور
کیا ہوا ہر ایک اپنا مدعا جاتا رہا

کیوں نہیں پچھلے برس کی سی بہار اس سال میں
رونق و انوار و برکت کا سما جاتا رہا

ہر درو دیوار سے پر درد آتی ہے صدا
بزم خالی رہ گئی صدرالعلےٰ جاتا رہا

بولتی تھی اپنی طوطی سبز تھا اپنا چمن
ہائے اب کچھ بھی نہیں سب چہچہا جاتا رہا

میکدہ ویران پڑا ہے کیا ہوا پیر مغان
وائے حسرت ساقی جام ہدا جاتا رہا

منزل مقصود کو سون راستہ سے بےخبر
قافلہ ٹکرا رہا ہے رہنما جاتا رہا

حسرت وحرماں کی موجیں اور اندھیرا ہر طرف
ہے خدا حافظ کہ اپنا ناخدا جاتا رہا

رہبر و دنیاؤ دین و پیشوا ؤ مقتدا
نائب دیں نبی الانبیا جاتا رہا

دین اور دنیا کی سب الجھی ہوئی سلجھے تھی بات
قوم کا اس دیس سے عقدہ کشا جاتا رہا

قاری اب اپنا مربی اور حامی کون ہے
خاک ایسی زندگی پر سب مزا جاتا رہا

مرثیہ در قاری سیّد حسن

از حضرت مولانا پیر قاری فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ

بلبل بے خانماں کا آشیاں جاتا رہا
بال و پر سب اڑ گئے وہ بوستان جاتا رہا

یہ وہ گلشن ہے کہ جسکے پھول سب مرجھا گئے
خار باقی رہ گئے باغباں جاتا رہا

باغ عشرت جل گیا اور داغ کلفت رہ گیا
وائے حسرت غمگسار بے کساں جاتا رہا

گلشن ہندوستان سے علم قرئت اٹھ گیا
اس چمن سے بلبل شیریں زباں جاتا رہا

امت احمد نبی کا سبز تھا جس سے چمن
آج زیر خاک وہ سرو رواں جاتا رہا

مے کشو صہبائے وحدت کا نشہ اب کیا ہوا
میکدہ ویراں ہوا پیر مغاں جاتا رہا

حسرتیں اور آرزوئیں خاک میں سب مل گئیں
درد باقی رہ گیا درماں کناں جاتا رہا

چل بسی دار فنا سے قاری سید حسن
ہم سے بے کس گھروں کا پاسبان جاتا رہا

کلام سیّد حسین شبّیر رحمۃ اللہ علیہ

میری جان چلی یا شاہ عرب نہیں کوئی سہارا تیرے سوا
طوفان بلا میں ناؤ پھنسی بیڑی نہیں کھیوں ہارا تیرے سوا
شیطان سا بیری پیچھے پڑا کوئی مددیوں ہارا
ایک جان حزین صد ہا دشمن نہیں اپنا پیارا تیرے سوا
منزل ہے بڑی اور راہ کٹھن سنسان بیابان سو رہزن
ایمان کی پونجی کیسے بچے اب کون ہمارا تیرے سوا
وہ رتبہ ہے آپ کا شاہ امم نہیں اور کسی کا خدا کی قسم
لولاک لما کے تاج سے حق نے کس کو سنوارا تیرے سوا
گو سارے نبی لاثانی ہیں اور واقف زار نہانی ہیں
پر اوحی الی عبدہ کی سمجھ کا کسکو ہے یارا تیرے سوا
للہ مدد کر شاہ رسل اسی حال میں جان نہ جائے نکل
میرے جرم وخطا کی تو حد ہی نہیں ہو کیسے گذارا تیرے سوا
کٹی عمر تو اپنی گناہ کرتے پھرے دردر نفس کی خاطر سے
اور نام خدا دم بھر نہ لیا ملے کب چھٹکارا تیرے سوا

پڑی ناؤ بھنور میں عصیان کے اب کھیون ہارا تو ہی ہے
کرے کون مدد اور جائے کہاں یہہ غم کا مارا تیرے سوا
شہا نفس نے ایسا تباہ کیا کہ نہ دنیا ملی نہ دین ملا
اب کون حسینؔ کا حامی ہو کہاں جائے بیچارا تیرے سوا

نعت عربی

حضرت جدنا مولانا امام الدین رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ نور عین نور
لکل الخلق اصل فی الظہور
ھو المکی و المدنی وطناً
ھو الیمنی و الغرنی غیور
فلم یخلق من الازال مثلہ
ولا یدعیٰ اصیلٌ فی الغیور
شفیع شافع بدر منیر
خلیق والمشفع فی الحضور
سراج اللہ فی الاطوار طرا
کلیم القرب لاقربا کطور
حبیب سید طٰہٰ و یٰسین
ھوا المختار فی کل الامور

شفاء اسمه للروح والجسم
دواء دافع داء القصور
له التنزيل و الفرقان معجز
و للتوحيد و التكثير غور
هوا العشيق لله العظيم
له العشيق لله الخطور
سلام الله والصلوة منه
عليك نازل مر الد بور
امام الدين ينا دی یا محمد خامة
ویا احمد کا الر الدهور

نعت حضرت حکیم شکورالدین قدس سرہؒ

جلوہ انوار ذات کبریا کچھ اور ہے
لذت دیدار محبوب خدا کچھ اور ہے
ماہ کامل اور ہے شمس الضحیٰ کچھ اور ہے
وہ بقائے جانفزائے مصطفےٰ کچھ اور ہے
حسن شیریں و زلیخا اور یوسف اور تھا
حسن احمد مصطفےٰ صل علے کچھ اور ہے

غیر سارا کہاں مشک ختن کیا چیز ہے
اُس حبیب پاک کی دوتا کچھ اور ہے
دائمی ہے واقعی ہے خدا کی ساری بہار
پر بیان مدینہ طیبہ کچھ اور ہے
جسم کو کندن بناتا عایت اکسیر ہے
استان پاک کی خاک شفا کچھ اور ہے
زاہدوں کی التجا و مدعا فردوس ہے
اور مشتاقان یثرب کی دعا کچھ اور ہے
قند و مصری کی حلاوت جیسی ہے معلوم ہے
چاشنی عشق و الفت کا مزا کچھ اور ہے
از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق کی دارو دوا کچھ اور ہے
کلیم اللہ شان موسیٰ فی الحقیقت ہے عظیم
لے کہ معنے قاب قوسین ودنیٰ کچھ اور ہے
روضۂ انور کا شائق ہے شکور الدین حقیر
عرش سے ہے جسکا بڑھ کر مرتبہ کچھ اور ہے

شجرہ طیبہ

قادریہ، مجددّیہ، حافظیہ اَصلُھَا ثابت''

فَرْعُھَا فِی السَّماءِ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یا الٰہی اپنی ذات پاک برتر کیلئے
یا الٰہی اپنے محبوب و پیمبر کیلئے

یعنی احمد مصطفےٰ و مجتبےٰ و مہتدیٰ
شافع روز جزا مختار کوثر کیلئے

یا الٰہی سرگروہ اولیاء و اصفیاء
شیر حق حضرت علی کرار وصفدر کیلئے

سید الشہداء حسین بن علی و فاطمہ
راحت جان رسول اللہ و شبّر کیلئے

زیب زین العابدین وزاہدین و عارفین
اور محمد با قر و با جاہ و با فر کیلئے

جعفر صادق امام صادقین و کاملین
سینہ روشن جان مصفا دل منور کیلئے

موسیٰ کاظم علی بن رضا کے واسطے
حضرت معروف کرخی بندہ پرور کیلئے

پس سری سقطی شیخ جنید عالی مقام
شیخ شبلی مقتداء و پیرو رہبر کیلئے

وہ شہ عبدالعزیز و عبدواحد بوالفضل
بوالفرح طرطوس والے پاک گوہر کیلئے

بوالحسن قریشی و شیخ ابن مبارک بوسعید
عارف و کامل مکمل باہ پیکر کیلئے

قطب ربانی و غوث دوجہان پیران پیر
بو محمد عبد قادر ذات ۔ اطہر کیلئے

عبد رزاق آفتاب چرخ تسلیم و رضا
شرف دین قتال نفس شوق و اختر کیلئے

سیّد عبدالوہاب و ہم بہاؤالدین پیر
سیّد حضرت عقیل و نیک مضطر کیلئے

شیخ شمس ُالدین گدا رحمٰن بن بوالحسن
میر شمس ُ الدین عارف مہر انور کیلئے

ہم گدا رحمٰن بن محبوب علی سیّد فضیل
ہم کمال کیتھلی شاہ سکندر کیلئے

شیخ احمد الف ثانی کے مجدد مستند
خواجہ ُمعصوم عالی جاہ سرور کیلئے

حُجتہ اللہ محمد جو ہیں ثانی نقشبند
خواجہ ُحضرت زبیر آگاہ د اور کیلئے

وہ ضیاء اللہ ، اور وہ شاہ آفاق و زماں
حضرت سیّد حسین اُس شیخ اکبر کیلئے

مولوی صوفی محمد حافظ الدین رہتکی
قاری سیّد حسن با فیض گستر کیلئے

اور شکورالدین اس کے بعد ہے فیض الحسن
ہو وضاحت کو سکینت اُن پیرو پیغمبر کیلئے

ہو صباحت کو سکوں ان سب دوستوں کے واسطے
احقر و ماں باپ اور اُستاد و رہبر کیلئے

بخش دے سارے گناہ اور رحم فرما اے رحیم
آبروے دین و دنیا اور محشر کیلئے

شیخ کی الفت سے دل معمور کر بھرپور کر
مصطفےٰ صدیق عمر عثمان و حیدر کیلئے

عافیت دے اور فراغت اور حُسن عاقبت
اس شکورالدین عاصی اور احقر کیلئے

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں جناب منصور خان صاحب گوجرہ اور دیگر رفقاء کا شکر گزار ہوں جن کی مالی واخلاقی معاونت کے ذریعہ یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی اللہ تبارک وتعالیٰ ان بزرگان دین کا فیض ہم سب پر قائم ودائم رکھے

آمین!

پروفیسر حافظ صباحت حسن حافظی

0300-6346713



حضرت مولانا قاری سید حسن شبرؒ



حضرت مولانا حکیم شکور الدینؒ



حضرت مولانا قاری فیض الحسنؒ



حضرت مولانا قاری فیض الحسنؒ



حضرت مولانا قاری وضاحت حسنؒ



مزار مبارک حضرت پیر قاری وضاحت حسنؒ



پروفیسر مولانا حافظ صباحت حسن حافظی وصاحبزادہ مہدی حسن طارق



رسم چادر پوشی حضرت پیر قاری وضاحت حسنؒ



حاجی ایاز خان، یاقوت خان مرحوم ومنصور خان مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے



HAZRAT MULANA SYED HASSAN SHABBER)RA)



HAZRAT MULANA HAKEEM SHAKOOR UD DIN (RA)



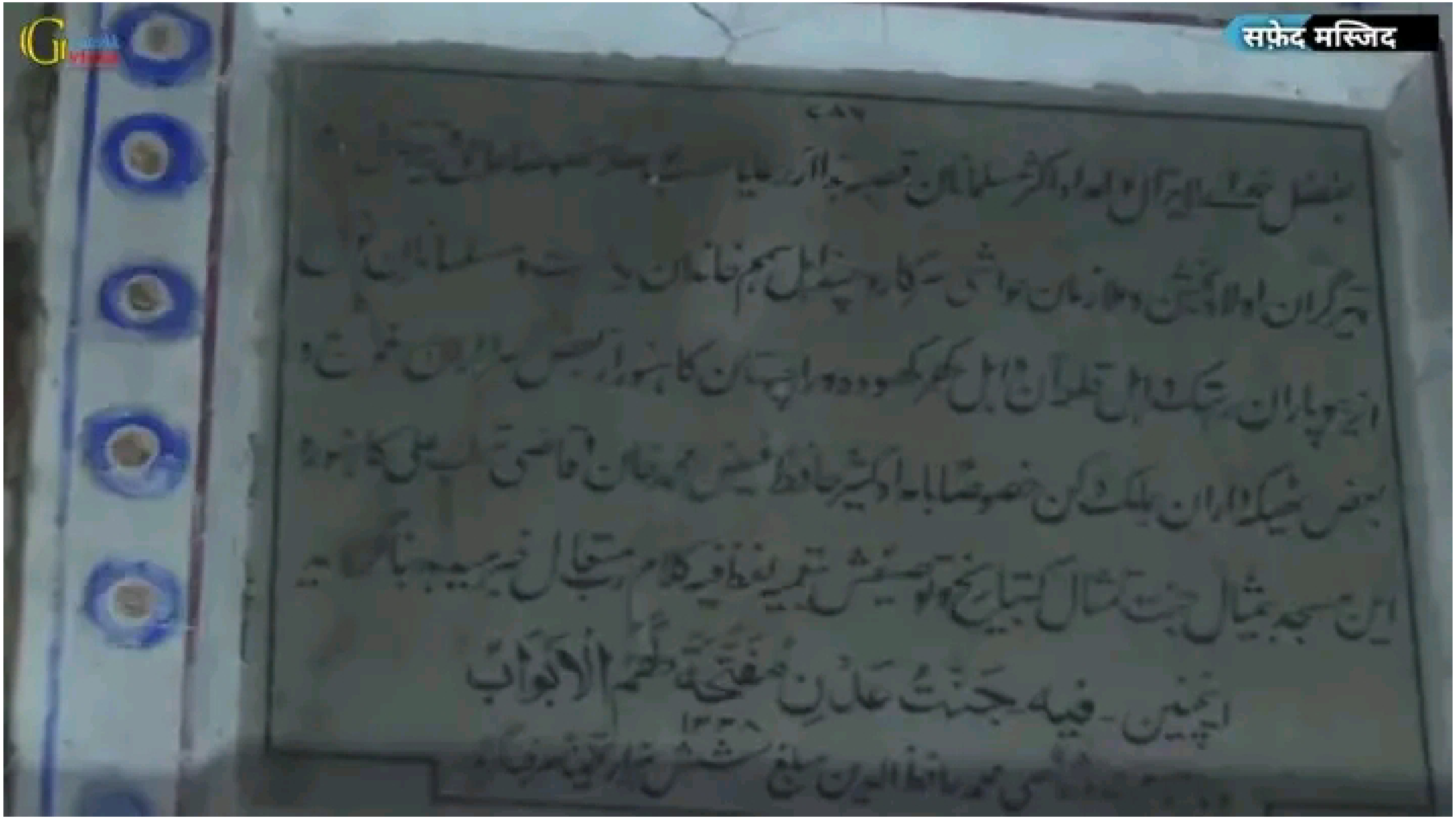
HAZRAT MULANA QARI FAIZ UL HASSAN (RA)



HAZRAT MULANA QARI FAIZ UL HASSAN (RA)



HAZRAT MULANA QARI WAZAHAT HASSAN (RA)


सफ़ेद मस्जिद
جنتُ عدنٍ مفتّحةً لهم الابواب